بسم اللہ الرحمن الرحیم

# دوستی اور دشمنی

## الولاء والبراء

محمد اقبال کیلانی حفظہ اللہ





مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

# فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْاَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ، اَمَّابَعْدُ!

ولاء عربی کا لفظ ہے جس کا مادہ ''و،ل،ی'' ہے ولی کا مطلب ہے دوست ، مددگار، حلیف،قریبی، حامی اسی سے ولاء کا لفظ بنا ہے جس کا مطلب ہے دوستی ،قربت ،محبت ،نصرت ،حمایت جب یہ لفظ ال کے اضافہ کے ساتھ اَلْوَلَاء کے طور پر استعمال ہوتا ہے تو یہ ایک شرعی اصطلاح بن جاتی ہے جس مطلب یہ واضح کرنا ہے کہ مومن آدمی کو کس کس کے ساتھ دوستی اور محبت کرنی چاہیئے۔اَلْوَلَاء کا لفظ شرعی اصطلاح میں اس قدر جامع ہے کہ اردو کے کسی ایک لفظ کے ساتھ اس کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی مشکل ہے ہم نے اس کی ترجمانی کے لئے ''دوستی'' کا لفظ منتخب کیا ہے لیکن اس دوستی سے مراد وہ قلبی تعلق ہے جو ہمیشہ قائم رہے اور جس میں دلی محبت اور وفا کوٹ کوٹ کر بھری ہو سرے سے خون کی ندیاں ہی کیوں نہ گزر جائیں لیکن اس وفا اور محبت میں ذرہ برابر فرق نہ آئے۔

عقیدہ الولاء کی رو سے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے،اس کے بعد رسول اکرم ﷺ سے اور اس کے بعد تمام اہل ایمان سے محبت کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

''بَـرَاء'' بھی عربی کا لفظ ہے جس کا مادہ ''ب،ر،ء'' ہے بَرَاء کا مطلب ہے ''وہ بری ہوا، وہ بیزار ہوا، اس نے نفرت کی ،اس نے دشمنی کی ،اس نے قطع تعلق کیا۔'' بَـرَاء کا مطلب ہے بیزاری اور نفرت کا اظہار کرنا یا دشمنی کا اظہار کرنا یا کسی سے قطع تعلق کرنا، جب یہ لفظ ''ال'' کے اضافہ کے ساتھ ''اَلْبَـرَاء'' کے طور پر استعمال ہوتا ہے تو یہ ایک شرعی اصطلاح بن جاتی ہے جس کا مطلب یہ واضح کرنا ہے کہ ایک مومن آدمی کو کس کس سے اظہار بیزاری، اظہار نفرت یا اظہار دشمنی کرنا چاہیئے۔''اَلْوَلَاء'' کی طرح ''اَلْبَـرَاء'' بھی بڑا جامع لفظ ہے اس کی ترجمانی کے لئے ہم نے ''دشمنی'' کا لفظ منتخب کیا ہے جو کہ دوستی کا متضاد ہے یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ اس دشمنی سے مراد وہ دشمنی نہیں جو ہمارے ہاں دو روایتی دشمنوں کے درمیان پائی جاتی ہے یعنی ایک

دوسرے کو دیکھتے ہی حملہ آور ہو جانا یا مارنے مرنے پر تل جانا بلکہ اس سے مراد نفرت اور بیزاری کی وہ کیفیت جو ایک مومن آدمی کے دل میں اسلام دشمن کافروں کے خلاف ہمیشہ رہنی چاہئے۔عقیدہ البراء کی رو سے ہر مسلمان پر اسلام دشمن کفار سے شدید نفرت اور بیزاری کا اظہار کرنا واجب ہے اور موقع ملنے پر ان کے خلاف جہاد (یعنی قتال ) کرنا ان کی قوت توڑنا اور ان سے ظلم کا بدلہ لینا فرض ہے۔

شریعتِ اسلامیہ میں عقیدہ ''اَلْــوَلَاء وَالْبَرَاء '' بہت اہمیت رکھتا ہے۔اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کی کوئی ایک سورت بلکہ کوئی صفحہ ایسا نہیں۔جس میں ''اَلْــوَلَاء وَالْبَرَاء '' کے بارے میں احکام نہ دیئے گئے ہوں یا کسی نہ کسی طرح ''اَلْــوَلَاء وَالْبَرَاء'' کا تذکرہ نہ کیا گیا ہو۔قرآن مجید کی ابتداء سورۃ فاتحہ سے ہوتی ہے جس میں صرف سات آیات ہیں لیکن اس سورۃ میں بھی ''ولاء'' اور ''بـــراء'' کا مضمون بھر پور انداز میں موجود ہے قرآن مجید کا اختتام سورۃ والناس پر ہوتا ہے جو صرف چھ آیات پر مشتمل ایک چھوٹی سورت ہے وہ بھی ولاء اور براء کے مضمون سے خالی نہیں اس سے بھی تعجب کی بات یہ ہے قرآن مجید کی مختصر ترین سورت ''سورۃ الکوثر'' ہے جو صرف تین آیات پر مشتمل ہے اس میں بھی یہ مضمون پوری شدت کے ساتھ موجود ہے جس میں رسول اکرم ﷺ کو کوثر کی نعمت عطا فرما کر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے زبردست محبت کا اظہار فرمایا ہے اور اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَر فرما کر کفار اور مشرکین سے زبردست نفرت اور دشمنی کا اظہار فرمایا ہے۔

قرآن مجید کی بعض سورتیں تو ساری کی ساری عقیدہ اَلْــوَلَاء وَالْبَرَاء پر مشتمل ہیں مثلاً سورۃ التوبہ، سورۃ الممتحنہ، سورۃ المنافقون، سورۃ الکافرون اور سورۃ اللھب جبکہ بعض سورتوں کا بیشتر مضمون اس عقیدہ پر مشتمل ہے مثلاً سورۃ الانفال، سورۃ العنکبوت، سورۃ الفتح، سورہ محمد، سورہ المجادلہ، سورہ الحشر وغیرہ۔عقیدہ اَلْــوَلَاء وَالْبَرَاء کی بنیاد چونکہ کلمہ توحید ...... لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ ...... ہے اس لئے بعض اہل علم کے نزدیک عقیدہ توحید کے بعد قرآن مجید میں جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے وہ اَلْــوَلَاء وَالْبَرَاء ہی ہے اس سے عقیدہ اَلْوَلَاء وَالْبَرَاء کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ذیل میں ہم پہلے اَلْــوَلَاء کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت، پھر رسول اللہ ﷺ سے محبت اور اس کے بعد

اہل ایمان سے محبت کے بارے میں باری باری اپنی گزارشات پیش کریں گے۔

## اللہ تعالیٰ سے محبت:

اللہ تعالیٰ انسان کے خالق، مالک اور رازق ہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تخلیق صرف اپنی عبادت اور بندگی کے لئے فرمائی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ ترجمہ: ''میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے'' (سورۃ الذاریات، آیت نمبر 56)

اہل علم کے نزدیک انسان کا کوئی عمل اس وقت تک عبادت نہیں بن سکتا جب تک اس میں درج ذیل تین اوصاف شامل نہ ہوں

۱۔ انتہائی ذلت اور عاجزی۔

۲۔ انتہائی خلوص۔

۳۔ انتہائی خوف اور ڈر۔

پس اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی خود اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اور ذلت اختیار کی جائے، اس کی پکڑ اور عذاب کا خوف محسوس کیا جائے وہاں اس کے ساتھ شدید محبت اور چاہت بھی پیدا کی جائے۔ سورہ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء کرام ﷺ کے واقعات بیان کرنے کے بعد یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِيْنَ﴾ (سورۃ الانبیاء : 90)

''یہ لوگ نیکی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے تھے اور ہمیں چاہت اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی اختیار کرنے والے تھے''۔

یعنی انبیاء کرام کی عبادت میں عاجزی اور خوف کے ساتھ محبت اور چاہت بھی تھی جو کہ عقیدہ الولاء کی بنیاد

ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ ﴾ (سورة البقرة : 165)

''وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں وہ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں''۔

پس اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے ایسی محبت جو رسول اللہ ﷺ کی محبت سے بھی زیادہ ہو ،والدین، بیوی، بچوں، اعزہ واقارب اور دیگر تمام دوست احباب کی محبت سے بڑھ کر ہو، اللہ تعالیٰ کے بعد جن چیزوں سے محبت ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع ہو۔ رسول اکرم ﷺ سے جیسی اور جتنی محبت مطلوب ہے وہ بھی اس لئے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے والدین، بیوی، بچوں اعزہ واقارب اور دوست واحباب سے بھی جتنی محبت مطلوب ہے وہ بھی اس لئے ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم ہے مال ودولت گھر بار اور دوسری چیزوں سے بھی اتنی ہی محبت ہو جتنی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے، گویا انسان کی تمام تر محبت کا اصل مرکز اور سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہونی چاہئے نہ تو رسول اللہ ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت سے بڑھ کر ہو نہ ماں ،باپ، بیوی، بچوں اور دیگر اعزہ واقارب کی محبت اللہ کی محبت پر غالب آئے نہ مال ومنال گھر بار جاہ ومنصب کی محبت اللہ کی محبت میں رکاوٹ بننے پائے۔

ان احکام کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر احسانات اور انعامات کا بھی یہ تقاضا ہے کہ دل وجان سے اللہ تعالیٰ سے محبت کی جائے۔ غور فرمایئے! کہ وہ ذات جو اس قدر مہربان اور رحیم وکریم ہے کہ اس نے ہمیں دل، دماغ، اور آنکھوں جیسی نعمتوں سے نوازا، وہ ذات جس نے ہمارے درمیان حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا ،وہ ذات جس نے ہمیں دین اسلام کی ہدایت دی، وہ ذات جس نے ہمیں بہترین امت بنایا، وہ ذات جو ہماری مسلسل نافرمانیوں کے باوجود ہمیں دن رات روزی عطا فرماتی چلی جارہی ہے، وہ ذات جو ہمارے تمام چھوٹے اور بڑے، ظاہر اور پوشیدہ، اگلے اور پچھلے گناہوں کا علم ہونے کے باوجود ہمیں اپنی لاتعداد نعمتوں سے نوازتی چلی جاتی ہے، وہ ذات جس نے اپنی رحمت کے ننانوے حصے قیامت کے روز بندوں کو معاف کرنے

کے لئے اپنے پاس رکھے ہیں، وہ ذات جس نے اپنے عرش پر یہ کلمہ ثبت فرما رکھا ہے ((اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِی)) ترجمہ: ''بے شک میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہے۔'' (بخاری) یقیناً وہ ذات سب سے زیادہ اس بات کی حق دار ہے کہ اس کے بندے اس کے ساتھ سب سے بڑھ کر محبت کریں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگیاں اللہ تعالیٰ سے محبت کا بہترین نمونہ ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو توحید کی دعوت دی باپ نے نہ صرف سنگسار کرنے کی دھمکی دی بلکہ گھر سے نکل جانے کا حکم دے دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے محبت اور دوستی کی راہ میں والدین، اعزہ واقارب، جائیداد، اور گھر بار کی محبت کو لمحہ بھر کے لئے بھی رکاوٹ نہ بننے نہ دیا اور باپ سے الگ ہوگئے۔ عقیدہ توحید کے جرم میں جب بادشاہ نے آگ میں ڈالنے کا فیصلہ سنایا تب بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پائے استقلال میں ذرہ برابر لغزش پیدا نہ ہوئی، اسی (80) سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا فرمائی اور حکم دیا کہ بیوی بچے کو تن تنہاء بے آب وگیاہ جنگل میں چھوڑ آؤ تب بھی ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے میں لمحہ بھر کے لئے تامل نہ کیا۔ چند سال بعد جب اللہ تعالیٰ نے نوجوان بیٹے کو قربان کرنے کا حکم دیا تو بیٹے کی محبت اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے میں رکاوٹ نہ بن سکی اور یوں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ثابت کر دیا کہ ان کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی محبت تمام محبتوں پر غالب ہے تب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی:

﴿ وَاِبْرَاهِیْمَ الَّذِی وَفّٰی ﴾ (سورة النجم : 37)

ترجمہ: ''ابراہیم (علیہ السلام) تو وہ ہے جس نے وفا کا حق ادا کر دیا''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے شریعت عطا کرنے کے لئے کوہِ طور پر طلب فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کے ستر آدمی اپنے ساتھ لے کر کوہِ طور کی طرف روانہ ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق ملاقات سے اس قدر مغلوب ہوئے کہ اپنی قوم کو راستے میں چھوڑ کر جلدی جلدی اکیلے کوہِ طور پر پہنچ گئے اللہ تعالیٰ نے پوچھا: ﴿ وَمَا اَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ یٰمُوسٰی ﴾ ''اے موسیٰ! کون سی چیز تمہیں اپنی قوم سے پہلے لے آئی؟'' حضرت موسیٰ نے جواب میں عرض کیا ﴿عَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ

لِتَــرْضٰــی ﴾''اے میرے رب! میں نے جلدی اس لئے کی تا کہ تو خوش ہو جائے۔''  (سورہ طٰہٰ ،آیت نمبر (84,83

سفر طائف کے دوران رسول اکرم ﷺ کو انتہائی غیر متوقع حزن وملال اور تکلیف دہ صورت حال کا سامنا کرنا پڑا زخمی حالت میں شہر سے باہر انگوروں کے ایک باغ میں آپ ﷺ نے پناہ لی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے قدرے اطمینان ہوا تو بڑی رقت انگیز دعا مانگی جس کے چند فقرات یہ ہیں:

''یا اللہ اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے (اس تکلیف اور دکھ کی ) کوئی پرواہ نہیں تیری عافیت ہی میرا سہارا ہے میں تیرے اُس رخِ انور کی پناہ چاہتا ہوں جس کے وسیلہ سے تاریکیاں روشن ہوتی ہیں اور دنیا وآخرت کے معاملات درست ہوتے ہیں کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل فرمائے تو مجھ سے ناراض ہو مجھے تو صرف تیری رضا مطلوب ہے یہاں تک کہ تو خوش ہو جائے۔''

حزن وملال کی شدید کیفیت میں بھی رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والے یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے پناہ والہانہ محبت کا مظہر ہیں جو صرف آپ ﷺ ہی کے شایان شان ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی یہ تمنا کہ میں چاہتا ہوں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں (بخاری) اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسی بے پناہ محبت ہی کا اظہار ہے۔

اللہ تعالیٰ کی زیارت اور ملاقات کے شوق کی یہ دعا جو آپ ﷺ نے خود مانگی اور امت کو بھی سکھلائی اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ کی محبت ہی کا ثبوت ہے۔

(( اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ لَذَّةَ النَّظْرِ اِلٰی وَجْهِکَ وَالشَّوقَ اِلٰی لِقَائِکَ فِیْ غَیْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ )) (ترمذی)

''یا اللہ! میں آپ سے آپ کی زیارت کی لذت کا سوال کرتا ہوں اور آپ سے ملاقات کا شوق مانگتا ہوں کسی ایسی تکلیف کے بغیر جو نقصان پہنچائے اور کسی ایسے فتنے کے بغیر جو گمراہ کرے۔''

اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لئے آپ ﷺ درج ذیل دعا مانگنے کا اہتمام فرماتے :

(( اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَ مَالِیْ وَ اَھْلِیْ وَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ))

یا اللہ! میرے دل میں اپنی محبت، میری جان، میرے مال، میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ ڈال دے۔'' (ترمذی)

وفات مبارک سے چند یوم پہلے آپ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ''لوگو! تم میں سے مجھ پر سب سے زیادہ احسانات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہیں اگر میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو اپنا دوست بنانے والا ہوتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا (بخاری) اور پھر وفات مبارک سے قبل جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ اختیار دیا کہ چاہیں تو دنیا میں رہ لیں چاہیں تو اللہ کے پاس آجائیں تو آپ ﷺ نے دنیا کے بجائے اپنے دوست کے پاس جانے کو ترجیح دی۔ (بخاری)

رسول اکرم ﷺ نے اپنی تعلیم وتربیت اور اپنے طرز عمل سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس طرح کوٹ کوٹ کر بھر دی کہ کسی بڑے سے بڑے کافر کا ظلم، کوئی بڑی سے بڑی ابتلاء اور بڑی سے بڑی آزمائش اس محبت میں ذرہ برابر کمی نہ کر سکی۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے مقابلہ کے لئے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت عبداللہ بن حذافہ بھی شامل تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے چند ساتھیوں سمیت رومی لشکر کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے اور قیصر روم کے سامنے پیش کئے گئے قیصر نے عیسائیت قبول کرنے کی دعوت دی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''میں جس دین پر ہوں اسے چھوڑنے سے مرنا ہزار ہا درجہ بہتر سمجھتا ہوں۔'' قیصر نے حکومت کا لالچ دیا۔ حضرت عبداللہ نے پھر وہی جواب دیا۔ قیصر نے غضبناک ہوکر کہا ''میں تمہیں قتل کر دوں گا۔'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مختصر سا جواب دیا ''جو چاہو کرلو۔'' قیصر نے ایک بڑی دیگ منگوا کر اس میں تیل ڈالا نیچے آگ جلانے کا حکم دیا اور دو مسلمان قیدیوں کو باری باری اس میں ڈالنے کا حکم دیا، دونوں قیدی تیل میں گرتے ہی اپنے رب سے جاملے۔ قیصر نے پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو عیسائیت قبول کرنے کی دعوت دی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پھر وہی جواب دیا۔'' قیصر نے آپ کو بھی تیل میں ڈالنے کا حکم دیا

۔جلاد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو تیل میں ڈالنے لگا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے آنسو نکل آئے ۔قیصر سمجھا شاید موت کے ڈر سے رو رہا ہے ۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قیصر نے اپنے پاس بلایا اور عیسائیت کی دعوت دی آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم غلط سمجھے میں تو اس لئے رو رہا ہوں کہ میرے پاس صرف ایک ہی جان ہے ،کاش میرے پاس ہزار جانیں ہوتیں تو ہر جان کو اسی طرح اللہ کی راہ میں قربان کر دیتا ۔'' قیصر یہ جواب سن کر انگشت بدنداں رہ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی استقامت اور جراءت سے اس قدر متاثر ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو آپ کے ساتھیواں سمیت رہا کرنے کا حکم دے دیا۔

(۲) حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو ان پر تعذیب کا سلسلہ شروع ہو گیا ان کا مالک امیہ بن خلف شدید دھوپ میں لٹا کر بھاری پتھر اوپر رکھ دیتا تا کہ جنبش نہ کر سکیں اور کہتا ''جب تک محمد ﷺ کے دین کا انکار کر کے لات اور عزیٰ کے عبادت نہ کرو گے اسی طرح پڑے رہو گے ۔'' جواب میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ ''اَحَدٌ اَحَدٌ'' فرماتے ۔اسی جرم میں کفار انہیں رسیوں سے باندھ کر مکہ کی گلیوں گھسیٹتے ،کبھی تپتی ریت پر اوندھے منہ لٹا کر اوپر پتھروں کا ڈھیر لگا دیتے اور کہتے ''کہو میرا رب لات اور عزیٰ ہے ۔'' حضرت بلال رضی اللہ عنہ جواب میں صرف ایک ہی بات فرماتے ''اَحَدٌ اَحَدٌ......!''

(۳) آل یاسر بنو مخزوم کے غلام تھے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہ کو ضعیف العمری کے باوجود کفار لوہے کی زرہ پہنا کر تپتی زمین پر لٹا دیتے اور پاس کھڑے ہو کر قہقہے لگاتے اور کہتے ''محمد ﷺ کے دین کا مزا چکھو۔'' ان کے شوہر حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور بیٹے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی پشت کو آگ سے داغا جاتا ، پانی میں غوطے دیئے جاتے ،لوہے کی زرہیں پہنا کر جلتی ریت پر لٹا دیا جاتا۔رسول اکرم ﷺ نے کفار کا ظلم اور غریب الدیار آل یاسر کا صبر و ثبات دیکھا تو فرمایا:

'' فَاصْبِرُوا يَا آلِ يَاسِرْ اِنَّ مَوْعِدُكُمُ الْجَنَّةِ ''

''اے آل یاسر صبر کرنا تمہارے ساتھ جنت کا وعدہ ہے ۔''

ایک روز بوڑھی سمیہ رضی اللہ عنہ دن بھر کی سختیاں برداشت کرنے کے بعد شام کو گھر لوٹیں تو بد بخت ابو جہل نے انہیں گالیاں دینی شروع کر دیں غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تو اپنا برچھا حضرت سمیہ رضی اللہ عنہ کو دے مارا وہ اسی وقت

زمین پر گر پڑیں اور جان، جان آفریں کے سپرد کردی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ !

(۴) حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ مکہ میں ام انمار بنت سباع الخزاعیہ کے غلام تھے۔اسلام لانے کے جرم میں کفاران کے کپڑے اتروا کر دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیتے اور سینے پر بھاری پتھر کی سل رکھ دیتے اور کبھی کوئی آدمی سینے پر چڑھ کر بیٹھ جاتا تاکہ کروٹ نہ بدل سکیں۔حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا جسم انگاروں پر جلتا رہتا حتیٰ کہ خون اور پیپ جسم سے رس رس کر انگاروں کو ٹھنڈا کرتی ،کبھی اُمِّ انمار حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں لٹا دیتی اور کبھی گرم لوہے سے آپ رضی اللہ عنہ کا سر داغتی ۔حضرت خباب رضی اللہ عنہ مسلسل کفار کے اس بہیمانہ ظلم کا نشانہ بنے رہے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ چلے گئے۔

(۵) عبدالعزیٰ بن نہیم یتیم تھے چچا نے بڑی محبت اور شفقت سے پرورش کی لیکن جب مسلمان ہوئے تو چچا غضبناک ہوگیا کہنے لگا ''نیا دین چھوڑ دو ورنہ تمہاری ساری جائیداد اور مال ومتاع چھین لوں گا'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا'' چچا جان !میری جان بھی چلی جائے تو اب یہ دین نہیں چھوڑوں گا۔چچا نے وہیں کھڑے کھڑے بدن کے کپڑے اتروالئے صرف ایک لنگوٹی رہنے دی۔ماں کے پاس آئے تو وہ دیکھ کر بیتاب ہوگئی جسم ڈھانکنے کے لئے چادر دی۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے چادر کے دو ٹکڑے کئے ایک اوپر لیا اور ایک نیچے باندھا اور خالی ہاتھ پیدل مدینہ کا رُخ کرلیا طویل اور پُر صعوبت سفر طے کرنے کے بعد مدینہ منورہ پہنچے،نماز فجر کے بعد دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے۔رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ''کون ہو؟'' عرض کیا ''عبدالعزیٰ ہوں ،اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں گھر بار چھوڑ کر اسلام لانا چاہتا ہوں ۔'' رسول رحمت نے فرمایا'' آج کے بعد تم عبدالعزیٰ نہیں عبداللہ اور تمہارا القب ذوالبجادین (دو چادروں والا) ہے آئندہ تم ہمارے ہی قریب رہو گے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اصحاب صفہ میں شامل ہو کر اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں دنیا کی ساری محبتوں سے بے نیاز ہوگئے۔

(۶) جنگ احد میں شریک ہونے سے پہلے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ دونوں نے مل کر اپنی اپنی دعا مانگی۔حضرت سعد نے یہ دعا کی ''یا اللہ !جب میرا دشمن سے

مقابلہ ہوتو میرا سامنا کسی بہادر جنگجو کافر سے ہو ہم دونوں زور آزمائی کریں حتّٰی کہ مجھے دشمن پر غلبہ حاصل اور میں اسے قتل کر دوں ۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اس دعا پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آمین کہی ۔اس کے بعد حضرت عبداللہ نے یہ دعا مانگی ''یا اللہ ! میرا مقابلہ ایسے کافر سے ہو جو بہت بہادر تجربہ کار اور جنگجو ہو میں صرف آپ کو راضی کرنے کے لئے اس سے لڑوں بالآخر وہ مجھ پر قابو پالے اور میری ناک ،کان وغیرہ کاٹ ڈالے قیامت کے دن جب میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو آپ پوچھیں ''عبداللہ! تیرے ناک اور کان کیوں کاٹے گئے ؟ میں عرض کروں ''یا اللہ! تیری رضا کے لئے ۔'' آپ جواب دیں ''ہاں ! عبداللہ نے سچ کہا۔'' دونوں حضرات کی دعا قبول ہوئی ،حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہوئے ،کفار نے ان کے کان ،ناک کاٹ کر درخت سے لٹکا دیئے ۔حضرت سعد نے جنگ کے اختتام پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نعش دیکھی تو کہنے لگے ''واللہ! عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے اچھی تھی ۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرتوں کا مطالعہ کیا جائے تو یوں نظر آتا ہے کہ ہر صحابی اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنا چاہتا تھا۔غزوہ احد میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کو زرہ کے بغیر لڑتے دیکھا تو انہیں زرہ پہنانی چاہی حضرت زید نے جواب دیا ''عمر! زرہ تو وہ پہنے جسے زندگی عزیز ہو میں تو اپنی زندگی اللہ کے ہاتھ بیچ چکا ہوں ۔''

حضرت عبداللہ بن اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے اللہ کی راہ میں جان دینے کا شوق اس قدر تھا کہ فرماتے ''میں معذور ہوں اگر مجھے لشکر اسلام کا جھنڈا دے دیا جائے تو ایک ہی جگہ جم کر کھڑا رہوں گا اور جھنڈے کو سرنگوں نہیں ہونے دوں گا ۔'' جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے ۔وقتِ شہادت لشکر اسلام کا جھنڈا دونوں بازوؤں کی مضبوط گرفت میں تھا۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ لنگڑا کر چلتے تھے بیٹوں نے غزوہ احد میں شریک ہونے سے زبردستی روک دیا تو کاشانہ نبوت پر حاضر ہوئے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ ! میرے لڑے مجھے جہاد پر جانے منع کر رہے ہیں لیکن اللہ کی قسم مجھے امید ہے میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں گا اور لنگڑاتے ہوئے جنت میں داخل

ہوں گا ،اللہ کے لئے مجھے اپنے ساتھ جہاد پر جانے کی اجازت مرحمت فرمادیں ۔'' رسول اکرم ﷺ نے اجازت دے دی اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے ۔رسول اللہ ﷺ نے میدان جنگ میں ان کی لاش دیکھی تو فرمایا ''اللہ کے بعض بندے قسم کھاتے ہیں تو اللہ انہیں پورا فرمادیتا ہے۔

قرآن مجید کی آیت: ﴿ مَنْ ذَالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗ اَجْرٌ کَرِیْمٌ ﴾ ترجمہ ''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھا قرض تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس کرے اور اس کے لئے بہترین اجر ہے ۔'' (سورہ حدید: 11) نازل ہوئی تو حضرت ابودحداح رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ ! کیا اللہ ہم سے قرض مانگتے ہیں ؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں !'' حضرت ابودحداح رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ ! میں اپنا باغ اللہ کو قرض دیتا ہوں ۔'' اس باغ میں ابودحداح رضی اللہ عنہ کا رہائشی مکان بھی تھا، گھر سے باہر کھڑے ہو کر بیوی کو آواز دی ''اُمِّ دحداح رضی اللہ عنہا گھر سے نکل آؤ میں نے یہ باغ اپنے رب کو قرض دے دیا ہے۔'' بیوی بھی اللہ سے محبت کرنے والی تھی کہنے لگی ''ابودحداح رضی اللہ عنہ! تم نے نفع کا سودا کیا ہے۔'' بال بچوں کو لے کر فوراً گھر سے باہر نکل آئیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے دین کے لئے جان و مال کی قربانیاں دینا، گھربار اور وطن چھوڑنا، مصائب و آلام اور رنج والم برداشت کرنا، کفار کے ظلم وستم اور اذیتیں برداشت کرنا، اللہ کی محبت کے بغیر ممکن ہی نہیں اللہ تعالیٰ سے یہی محبت عقیدہ الولاء کی بنیاد ہے، جس پر ایمان لانا اور عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

آخر میں ہم اپنے قارئین کی توجہ اس بات کی طرف دلانا چاہیں گے کہ ہم سب اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعویدار ہیں سیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنے اس دعوے کا جائزہ لینا چاہئے کہ ہم اپنے اس دعوے میں کہاں تک سچے ہیں اگر ہم اللہ کے دین کے لئے کوئی قربانی دے رہے ہیں یا مشقت اٹھا رہے ہیں تو پھر کسی نہ کسی درجہ میں ہم اپنے دعوے میں سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کی امید رکھ سکتے ہیں ،لیکن اگر اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ محض زبانی زبانی ہے اور عملاً اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ہمیں اپنی جان، اپنا

مال ، اپنا منصب ، اپنا وطن ، اپنے آرام دہ گھر ، اپنے ماں باپ ، اور اپنے بیوی بچے پیارے ہیں تو پھر ہمیں اللہ تعالیٰ کا یہ قانون نہیں بھولنا چاہئے کہ جو لوگ اللہ سے محبت نہیں کرتے اللہ تعالیٰ انہیں مٹا کر ان کی جگہ ایسے لوگوں کو لے آتے ہیں ۔ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـآ اَيُّهَا الَّذِ يْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاتِى اللّٰهُ بِقَومٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ ، اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُومِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الكَافِرِيْنَ يُجَاهِدُ وْنَ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُوْتِيْهِ مَنْ يَشَآءُ ، وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾

ترجمہ: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر تم سے کوئی اپنے ایمان سے پھر جاتا ہے (تو پھر جائے ) اللہ بہت سے لوگ ایسے پیدا فرما دے گا جن سے اللہ محبت فرمائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہوں گے جو اہل ایمان کے لئے نرم اور کفار کے لئے سخت ہوں گے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوں گے اور کسی کی ملامت سے نہ ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے وہ بڑی وسعت والا اور علم والا ہے۔ (سورۃ المائدۃ: 54)

## رسول اکرم ﷺ سے محبت:

عقیدہ الولاء کی رو سے اللہ تعالیٰ کے بعد رسول اکرم ﷺ سے ایسی محبت کرنا تمام اہل ایمان پر فرض ہے ۔ جو ماں، باپ، بیوی، بچوں، اور دیگر اعزہ واقارب حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی بڑھ کر ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَ يُّهَا الَّذِ يْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ (سورۃ الاحزاب: 56)

''بے شک اللہ تعالیٰ اور فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم بھی ان پر درود بھیجو۔''

اللہ تعالیٰ کا نبی اکرم ﷺ پر ''صلاۃ'' بھیجنے سے مراد رسول اکرم ﷺ سے محبت کرنا اور رسول اکرم ﷺ پر

اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔فرشتوں کا کا نبی اکرم ﷺ پر ''صلاۃ'' بھیجنے سے مراد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت کرنا اور آپ ﷺ پر رحمت نازل کرنے کی دعائیں کرنا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اور فرشتے رسول اکرم ﷺ سے محبت کرتے ہیں تو اہل ایمان پر رسول اکرم ﷺ سے محبت کرنا بدرجہ اولیٰ فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے علاوہ امت کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی محبت ،شفقت اور رحمت کا بھی یہ تقاضا ہے کہ ہر مسلمان اپنی جان و مال اولاد سے بڑھ کر رسول اکرم ﷺ سے محبت کرے۔

غور فرمایئے! وہ محترم اور مکرم رسول ﷺ جنہوں نے ہمیں عقیدہ توحید سے آشنا کیا، جنہوں نے ہمیں جہنم کے راستے سے ہٹا کر جنت کے راستے پر ڈالا، جنہوں نے ہمیں اللہ کی بندگی کا سلیقہ سکھایا، جنہوں نے ہمیں با مقصد زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی، جنہوں نے ہمیں اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، سونے، جاگنے، کھانے، پینے اور گفتگو کرنے حتی کہ طہارت اور پاکیزگی کے آداب سکھلائے، جنہوں نے ہم تک دین پہنچانے کے لئے بے پناہ مصائب اور مظالم برداشت کئے، جنہوں نے پتھر مارنے والوں اور لہولہان کرنے والوں کے لئے ہدایت کی دعائیں مانگیں، جنہوں نے دشمن پر دسترس حاصل ہونے کے بعد کمال شفقت اور مہربانی سے انہیں معاف فرما دیا، جنہوں نے رات کی تنہائیوں میں امت کی مغفرت اور بخشش کی دعائیں مانگیں، جنہوں نے ساتوں آسمانوں کے اوپر جا کر بھی اپنی امت کو فراموش نہیں فرمایا، جنہوں نے ساری ساری رات امت کے غم میں آنسو بہائے، جنہوں نے اپنی مخصوص دعا امت کی مغفرت کے لئے محفوظ فرمالی، جو جہنم اور جنت کا فیصلہ ہو جانے کے بعد بھی اپنی امت کی شفاعت کے لئے بے چین ہوں گے جو واقعتاً ہمارے ماں باپ، ہمارے بیوی بچوں سے بھی زیادہ ہمارے خیر خواہ اور ہمدرد ہیں بلکہ ہماری اپنی ذات سے بھی بڑھ کر ہمارے محسن اور مہربان ہیں، ان سے ایسی محبت کرنا جو اللہ تعالیٰ کے بعد دنیا کے تمام رشتوں سے بڑھ کر ہو ہر مسلمان پر واجب ہونی ہی چاہئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان کے اُس درجہ پر فائز تھے جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب تھا اس لئے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ ''تم بھی ویسا ہی ایمان لاؤ جیسا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان لائے تھے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ اٰمِنُوا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ ﴾ ترجمہ: ''ویسا ہی ایمان لاؤ جیسا ایمان لوگ (مراد صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم )لائے ہیں ۔‘‘(سورۃ البقرہ:13)صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ صرف اللہ تعالیٰ سے محبت کا حق ادا کیا بلکہ رسول اکرم ﷺ سے محبت کا منفرد زریں باب رقم کیا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رسول اللہ ﷺ سے محبت کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

(۱) مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو رسول اکرم ﷺ نے اسے گمراہی سے روکنے کے لئے حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط ارسال کیا خط پڑھ کر مسیلمہ نے حضرت حبیب رضی اللہ عنہ سے پوچھا ’’کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ۔‘‘ ؟ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ’’ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔مسیلمہ نے پوچھا ’’کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ’’نہیں!‘‘ مسیلمہ نے جلاد کو حکم دیا اس کا ایک بازو کاٹ دو۔جلاد نے حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کا ایک بازو کاٹ دیا۔مسیلمہ نے دوبارہ پوچھا ’’کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟‘‘ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے پھر انکار کیا تو مسیلمہ نے حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کا دوسرا بازو کاٹنے کا حکم دیا۔جلاد نے دوسرا بھی بازو کاٹ دیا۔مسیلمہ بار بار حضرت حبیب رضی اللہ عنہ سے یہی سوال کرتا رہا حضرت حبیب رضی اللہ عنہ انکار کرتے رہے اور مسیلمہ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کے جسم کے ٹکڑے کرتا رہا حتی کہ صبر واستقامت کے پیکر نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کردی (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوا عَنْہُ)

حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کی والدہ کو جب اپنے بیٹے کی اس مظلومانہ شہادت کی خبر ملی تو کہنے لگیں ’’میں نے اسی لئے تو اپنے بیٹے کو پالا پوسا تھا، میں اللہ کے ہاں ثواب کی طالب ہوں۔‘‘

(۲) غزوہ احد میں حضرت ہند بنت عمرو انصاریہ رضی اللہ عنہا کے شوہر (حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ)، بھائی (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ)، بیٹا (حضرت خلاد بن عمرو رضی اللہ عنہ)، تینوں شریک ہوئے اور شہید ہوگئے ۔جنگ کے اختتام پر لوگ مدینہ واپس آنا شروع ہوئے تو حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے ان سے سوال کیا ’’رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟‘‘ لوگوں نے بتایا ’’تمہارا شوہر شہید ہوگیا ہے۔‘‘ حضرت ہند رضی اللہ عنہ نے بڑے حوصلے سے یہ خبر سنی اور پھر اپنا سوال دہرایا ’’رسول اکرم ﷺ کیسے ہیں؟‘‘ لوگوں نے بتایا

''تیرا بھائی شہید ہوگیا ہے۔'' حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے یہ خبر بھی پورے صبر وثبات کے ساتھ سنی اور پھر اپنا سوال دہرایا ''رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟'' لوگوں نے بتایا ''تیرا بیٹا بھی شہید ہوگیا ہے۔'' عزم واستقامت کی پیکر خاتون کے جذبہ ایمانی میں تینوں قریبی اعزہ کی شہادت نے معمولی سی لغزش بھی پیدا نہ کی اور پھر لوگوں سے وہی سوال پوچھا ''رسول اکرم کیسے ہیں؟'' لوگوں نے بتایا ''اللہ کے رسول ﷺ تو خیریت سے ہیں۔'' تب اس شیر دل خاتون کے دل کو قرار آیا۔ بڑے سکون اور وقار کے ساتھ میدان احد کی طرف چل دیں۔ رسول اکرم ﷺ کے رخ انور پر نظر پڑی تو فوراً پکار اٹھیں کُلُّ مُصِیْبَةٍ بَعْدکَ جَلَلٌ آپ کا نورانی چہرہ دیکھنے کے بعد اب ساری مصیبتیں ہیچ ہیں۔

(۳) غزوہ احد میں ایک موقع پر اسلامی لشکر مشرکین کے شدید نرغہ میں آگیا۔ صرف نو آدمی رسول اللہ ﷺ کے اردگرد رہ گئے جب حملہ آور بالکل قریب آگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''کون ہے جوان کو ہم سے دور کرے؟'' حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے فوراً جواب دیا ''میں یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا ''تم ابھی رہنے دو۔'' ایک دوسرے صحابی نے عرض کیا ''میں یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! تم آگے بڑھو۔'' باری باری سات آدمی آپ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شہید ہوگئے تب آپ ﷺ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو آگے بڑھنے کی اجازت دی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو چکے تھے پیشانی خون آلود تھی ہونٹوں پر گہرے زخم آچکے تھے تھکاوٹ اور زخموں سے آپ نڈھال ہو چکے تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ ایک طرف مشرکین پر زوردار حملہ کرکے انہیں پیچھے ہٹاتے اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کی طرف لپک کر آتے اور انہیں محفوظ مقام پر پہنچانے کے لئے پہاڑ پر چڑھنے میں مدد دیتے حتی کہ حضرت طلحہ مشرکین کو بھگانے اور آپ ﷺ کی حفاظت کرنے میں کامیاب ہوگئے اسی جدوجہد میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک ہاتھ کی انگلیاں بھی کٹ گئیں۔ جسم پر دس سے زیادہ نیزے اور تلوار کے زخم آئے، منتشر صحابہ کرام میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ واپس آئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے رخسار مبارک میں دھنسی ہوئی لوہے کی زرہ کی دو کڑیاں نکالنے لگے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''ابوبکر رضی اللہ عنہ! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں یہ کڑیاں مجھے نکالنے دو۔ حضرت ابوعبیدہ

رضی اللہ عنہ نے دونوں کڑیاں دانتوں سے کھینچ کر آپ ﷺ کے رخسار مبارک سے نکالیں اور اسی کوشش میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے اپنے دو دانت بھی گر گئے۔اسی دوران میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہوکر گر چکے تھے آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا ''اپنے بھائی طلحہ رضی اللہ عنہ کو سنبھالو اس نے جنت واجب کر لی ہے۔''

(۴) ہجرت کے بعد کفار اور مسلمانوں کی باہمی کشمکش کم ہونے کے بجائے مزید بڑھ گئی۔مسلمانوں کو ہر آن قریش مکہ کے حملہ کا خوف لگا رہتا۔ان حالات میں بعض اوقات رسول اکرم ﷺ ساری ساری رات جاگ کر گزار دیتے ،بعض اوقات کوئی جانثار خادم پہرہ دیتا تو آرام فرما لیتے۔ایک رات آپ ﷺ آرام فرمانا چاہ رہے تھے لیکن کوئی پہرہ دار نہیں تھا۔آپ ﷺ نے تمنا فرمائی ''کاش آج کوئی اللہ کا نیک بندہ پہرہ دیتا تو میں آرام کر لیتا۔''اسی دوران میں کسی ہتھیار بند آدمی کی آمد کا احساس ہوا۔آپ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ آنے والے نے جواب دیا ''سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہوں۔'' آپ نے دوبارہ پوچھا ''کیسے آئے ہو'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ میرے دل میں آپ کے متعلق خطرے کا اندیشہ پیدا ہوا اس لئے آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے پہرہ دینے حاضر ہوا ہوں۔''رسول اکرم ﷺ نے مسرت کا اظہار فرمایا،حضرت سعد کو دعا دی اور آرام کی نیند سو گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت' عقیدت اور دوستی کا جذبہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایسی قدر مشترک تھی جسے ایک دوسرے سے ممیز کرنا بہت مشکل ہے البتہ ہر صحابی کی محبت اور عقیدت کا انداز الگ الگ ہے۔حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا رسول اکرم ﷺ کو اپنے مکان کی نچلی منزل سے اوپر کی منزل میں منتقل ہونے کی درخواست کرنا ،حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا آخرت میں رسول اکرم ﷺ کے دیدار سے محروم ہونے کے خدشہ سے رونا ،دارالندوہ کی پرانی یادوں کو بھلانے کے لئے حضرت حکیم بن خزام رضی اللہ عنہ کا اسے فروخت کر کے صدقہ کرنا ،حضرت ربیعہ سلمی رضی اللہ عنہ کا رسول اکرم سے جنت میں رفاقت کا سوال کرنا ،حضرت حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ کا رسول اکرم ﷺ کو اونگھ کی حالت میں ساری رات سہارا دینا ،غزوہ احد کے اختتام پر زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ کا نیم جاں حالت میں اپنا سر نبی اکرم

ﷺ کے قدموں میں ڈال دینا ،غزوہ احد میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہ کا انتہائی نازک موقع پر آپ ﷺ کے دفاع کے لئے تلوار چلانا ،حضرت عقبہ بن عامر کا رسول اکرم ﷺ کی موجودگی میں گھوڑے پر سوار نہ ہونا ،غزوہ احد میں رسول اکرم ﷺ کی حفاظت کے لئے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا اپنے آپ کو اسیر بنالینا ،حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا اپنے بیٹے انس رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کر دینا ،آپ ﷺ کا جوٹھا پینے کے لئے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کا نفلی روزہ توڑ دینا ،دوران خطبہ بیٹھنے کا حکم دینے پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مسجد کے دروازے پر ہی بیٹھ جانا ،گنبد نما مکان کی تعمیر پر آپ ﷺ کے اظہار ناراضی فرمانے پر صحابی کا سارے کا سارا مکان گرا دینا ،آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اذان نہ دینا ،حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر رسول پر بے قابو ہو کر رونا ،جمعرات کے ذکر پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مسلسل ہچکی بندھ جانا ،یہ ساری باتیں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ محبت اور عقیدت کے مختلف انداز ہی تو ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مومن کی ساری کی ساری زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے ہی عبارت ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہی ہے جو مومن آدمی کو زندگی کے شرور وفتن سے محفوظ رکھتی ہے ،زندگی میں آنے والے مصائب و آلام سہنے کا حوصلہ عطا کرتی ہے، زندگی کے دکھوں ،غموں اور تکلیفوں میں مومن کو سکون اور طمانیت عطا کرتی ہے، دنیا کی زندگی گزارنے کے بعد جب مومن آدمی موت کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے تو مومن آدمی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور شوق زیارت میں ہنستا مسکراتا موت کو گلے لگا لیتا ہے اور پھر عالم برزخ میں بھی اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہی مومن کو ثبات عطا کرتی ہے، عالم برزخ کے بعد آخرت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہی اس کے لئے شفاعت کا باعث بنے گی اور وہ جنت میں داخل ہو سکے گا۔

پس مومن آدمی کی زندگی کا حاصل فقط اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہی ہے جو ہمیشہ قائم و دائم رہنے والی ہے جسے فنا نہیں باقی ساری محبتیں فنا ہونے والی ہیں ماں، باپ کی محبت، بیوی بچوں کی محبت، اعزہ و اقارب کی محبت، گھر بار اور وطن کی محبت ،مناصب اور مال ومنال کی محبت ،ساری محبتیں فنا ہونے والی ہیں الا یہ کہ ان

میں سے جو محبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے تابع ہوگی، وہ باقی رہے گی۔ زندگی کی ساری دلفریبیاں ،ساری رنگینیاں، ساری خوبصورت تمنائیں، ساری خوشیاں، آرزوئیں، مٹنے والی ہیں سوائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے، اور سچی بات تو یہ ہے کہ دنیا میں اللہ اور اس کی محبت کے سوا رکھا ہی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو خود ساری دنیا کو ''متاع الغرور'' دھوکے کا سامان کہا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''دنیا اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب ملعون ہے سوائے اللہ کے ذکر کے، اور جسے اللہ محبوب رکھے اور سوائے عالم اور متعلم کے۔'' (ابن ماجہ) پس جس آدمی کے پاس اللہ اور اس کے رسول کی سچی محبت ہے اگر وہ ساری دنیا کی نعمتوں سے بھی محروم ہے تب بھی بڑا خوش نصیب، بڑا خوشحال اور بڑا خوش قسمت ہے اور جس کا دامن اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے خالی ہو وہ اس ویران بر باد اور اجڑے گھر کی مانند ہے جس سے کبھی بادنسیم کا گزر نہ ہوا ہو ۔اگر اس کے پاس ساری دنیا کی نعمتیں بھی موجود ہوں تب بھی وہ دنیا کا سب سے بڑا بدنصیب، تہی دامن اور محروم شخص ہے۔

یاد رکھئے! آنے والا وقت اپنے ساتھ شدید شرور وفتن لئے چلا آرہا ہے۔ آج ہر شخص اپنی آنکھوں سے رسول اکرم ﷺ کی یہ پیش گوئی پوری ہوتے دیکھ رہا ہے کہ ''میں فتنوں کو تمہارے گھروں میں بارش کے قطروں کی طرح (پے درپے) گرتا دیکھ رہا ہوں۔'' (بخاری) ان فتنوں سے صرف وہی شخص بچے گا جس کا دل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سچی محبت سے سرشار ہے پس جو لوگ اپنے گھروں کو آنے والے شرور وفتن سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ اپنے اہل وعیال میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پیدا کرنے پر خصوصی توجہ دیں۔ نماز، روزہ اور تلاوت قرآن کو حرز جان بنائیں، اپنے بچوں کے نام ''اللہ'' اور ''محمد'' کے ناموں کے ساتھ رکھیں، روزمرہ کی گفتگو میں بچوں کو ''سُبْحَان اللهِ''، ''وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ''، ''مَاشَاءَ اللهِ''، اور ''جَزَاکَ اللهِ'' جیسے پاکیزہ کلمات کہنے کی عادت ڈالیں، انہیں اسمائے حسنہ یاد کروائیں، ہر کام سے پہلے بسم اللہ کہنا سکھائیں، گھر میں آتے جاتے چھوٹوں بڑوں سے ملتے وقت بکثرت السلام علیکم کہنے کی عادت ڈالیں، سونے جاگنے، کھانے پینے، بیت الخلاء میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعائیں یاد کرائیں، صدقہ وخیرات بچوں سے کروائیں۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کے ایمان افروز واقعات

،مجاہدین اور شہداء کے جذبہ شہادت پر مبنی ایمان پرور واقعات سنائیں ۔علماء اور صلحاء کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے ۔یہ چھوٹے چھوٹے اعمال ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اس طرح بھر دیں گے کہ زندگی اور موت کا کوئی فتنہ اس محبت پر اثر انداز نہ ہو سکے گا ۔انشاء اللہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی یہ محبت نہ صرف اس دنیا میں ہمیں فتنوں سے محفوظ رکھے گی بلکہ آخرت میں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رفاقت کا باعث بنے گی ۔ان شاء اللہ ارشاد نبوی ﷺ ہے اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قیامت کے روز تو اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تجھے محبت ہے ۔(بخاری)

## اہل ایمان سے محبت:

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بعد تمام اہل ایمان کے ساتھ محبت کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت ،تابعین ،تبع تابعین اور امت کے تمام علماء ،فقہاء ،صلحاء ،فضلاء ،مجاہدین ،اور شہداء کے علاوہ عام نیک مسلمان بھی شامل ہیں ۔

بلا شبہ دوستی اور محبت انسان کے عقائد ،نظریات ،اخلاق کردار ،عادات ،اطوار حتی کہ لباس ،تراش خراش اور انداز گفتگو تک کو متاثر کرتی ہے ،لہٰذا حکم یہ ہے کہ دوستی اور محبت صرف نیک ،پرہیز گار اور دیندار لوگوں سے کی جائے نیک لوگوں کی دوستی انسان کو نیکی کی طرف لے جائے گی اور نیکی جنت کی طرف لے جانے والی ہے جبکہ بے دین اور فاسق وفاجر لوگوں کی دوستی سے منع کیا گیا ہے بے دین اور فجار کی دوستی انسان کو گناہ کی طرف لے جائے گی اور گناہ جہنم کی طرف لے جانے والا ہے ۔اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا (( اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلْ )) ’’آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے ،لہٰذا ہر آدمی کو اچھی طرح دیکھنا چاہئے کہ وہ کسے اپنا دوست بنا رہا ہے ۔‘‘

رسول اکرم ﷺ نے اچھے اور برے لوگوں کی دوستی اور محبت کی وضاحت ایک بڑی عمدہ مثال سے فرمائی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ’’نیک آدمی سے دوستی کی مثال کستوری فروخت کرنے والے سے دوستی کے مانند ہے ۔جو شخص کستوری فروش کے پاس بیٹھے گا اسے یا تو کستوری فروش خود کچھ نہ کچھ خوشبو (بطور ہدیہ) دے دے گا یا

وہ خوداس سے خرید لے گا اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوئیں تو کستوری کی اچھی خوشبو اسے ضرور ہی آئے گی اور جو شخص آگ کی بھٹی جلانے والے کے پاس بیٹھے گا، بھٹی جلانے والا اس کے کپڑے جلائے گا اور اگر کپڑے نہ بھی جلانے تو بھٹی کا ناگوار دھواں تو اسے ضرور ہی آئے گا۔(بخاری) اس مثال سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جو شخص کسی عالم، نیک اور متقی آدمی کی صحبت میں بیٹھے گا وہ نیکی، خیر، بھلائی اور دین کی باتیں سنے گا۔اللہ اوراس کے رسول ﷺ کا ذکر خیر سنے گا جس سے اعمال کی اصلاح ہوگی اور دنیا وآخرت میں اسے فائدہ پہنچے گا اور جوشخص کسی، بے دین اور فاسق وفاجر کے پاس بیٹھے گا وہ اس سے جھوٹ، غیبت، دھوکہ، فریب فحش گوئی، بے حیائی، اوراس جیسی دوسری اللہ اوراس کے رسول ﷺ کو ناراض کرنے والی باتیں سنے گا جس سے اس کی سوچ اوراعمال دونوں بگڑیں گے اور دنیا وآخرت میں اس کا نقصان ہوگا۔اس لئے اہل ایمان کو حکم یہ ہے کہ وہ صرف نیک اور متقی لوگوں سے ہی دوستی کریں۔ایک حدیث میں ارشاد مبارک ہے(( وَلَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُوْمِنًا وَلَا يَاكُلُ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ )) یعنی مومن آدمی کے علاوہ کسی کو اپنا دوست نہ بنا اور تیرا کھانا صرف متقی آدمی ہی کھائے''۔(ترمذی)

حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ کا چچا ابوطالب مرنے لگا تو رسول اکرم ﷺ نے اسے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ کہنے کی ترغیب دلائی لیکن پاس ہی ابوطالب کے دوست ابوجہل بن ہشام، عبداللہ بن ابی امیہ بیٹھے تھے ان دونوں نے ابوطالب کو آباؤ اجداد کے دین پر مرنے کی رغبت دلائی بالآخر ابوطالب اپنے مشرک دوستوں کی باتوں میں آگئے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں چلے گئے۔عہد نبوی ﷺ کا ایک اور واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیں ۔فتح مکہ کے موقع پر صفوان بن امیہ جان کے خطرے سے بھاگ گیا، حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اوراپنے دوست کے لئے رسول اللہ ﷺ سے امان طلب کی اور جا کر صفوان بن امیہ کو واپس لائے صفوان بن امیہ کی بیوی پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھیں، امان ملنے کے چند دن بعد حضرت صفوان بھی ایمان لے آئے اوراپنے دوست کی مہربانی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں چلے گئے ،اس آدمی کی خوش بختی اور خوش نصیبی کا کیا ٹھکانہ جو اپنے دوست کی وجہ سے جنت میں چلا جائے۔

ایک طرف دوستی اور محبت کی یہ اہمیت نگاہ میں رکھئے اور دوسری طرف ایک نظر وطن عزیز میں نوجوان نسل پر

ڈالئے لڑکوں اور لڑکیوں کی اکثریت اپنے انجام سے بے خبر اسٹیج ڈراموں کے اداکاروں، فلمی ستاروں، ٹی وی میں کام کرنے والوں اور کھلاڑیوں سے اس حد تک محبت کرتی ہے کہ ان کی دیکھا دیکھی دنوں میں فیشن بدل جاتے ہیں۔ فلمی ستاروں اور اداکاروں کا لباس، تراش خراش، چال ڈھال، عادات واطوار حتی کہ ان کا انداز گفتگو اپنانے میں لڑکے اور لڑکیاں فخر محسوس کرتی ہیں۔ اپنے اسلاف اور بزرگوں کے ناموں، کارناموں اور قربانیوں سے ناواقف نسل اپنے آئیڈیل فلمی ستاروں کے ناموں، حالات، واقعات سے ہی نہیں بلکہ ان کی ذاتی زندگی تک کے سارے معاملات سے اس حد تک واقف ہوتی ہے کہ ان کے کھانے پینے کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ اشیاء تک جانتی ہے ہمارے ملک کے تمام ذرائع ابلاغ (اِلّا مَا شاء اللہ) ریڈیو، ٹی وی، روزنامے ہفت روزے، ماہنامے، اور دیگر رسائل وجرائد نئی نسل کی ''راہنمائی'' کا فریضہ بڑی محنت اور جانفشانی سے صبح وشام ادا کر رہے ہیں اور جب سے ملک کے سیکولر اور ماڈریٹ اسلام کے علمبردار حکمرانوں نے دوقومی نظریہ کی جگہ ایک ہی نظریہ ایک ہی کلچر، ایک ہی تہذیب کا نیا فلسفہ شروع کیا ہے تب سے مسلم اور غیر مسلم کی تمیز بھی ختم ہوگئی ہے۔ ہندی فلمیں، ہندی فلمی ستارے، ہندی گلوکار، ہندی کہانی نویس اور ہندی موسیقار بھی اب ویسے ہی آئیڈیل ہیں جیسے پاکستانی!

کتنے ہی ذہین اور فطین طلباء ایسے ہوتے ہیں جو بُری دوستی اور بُری صحبت کی وجہ سے اپنا مستقبل برباد کر بیٹھتے ہیں اور عمر بھر اس کی تلافی نہیں کر پاتے اور کتنی ہی دیندار گھرانوں کی سعید فطرت طالبات ایسی ہوتی ہیں جو بُری دوستی اور بُری سوسائٹی کی وجہ سے اپنی زندگیاں برباد کر بیٹھتی ہیں اور پھر ساری عمر ندامت کے آنسو بہاتے گزار دیتی ہیں۔ اس سلسلہ میں والدین پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو بچپن سے ہی اچھے اور نیک بچوں سے دوستی کی عادت ڈالیں۔

افسوس اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ علم وادب کے میدان میں بھی محبت اور دوستی کے اس اسلامی عقیدے کا خیال رکھنے والے بہت کم لوگ ہیں کسی آدمی کے قول اور فعل کو پسند کرنا اس سے محبت اور عقیدت ہی کی علامت ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور محدثین اور فقہاء اور امت کے دیگر علماء وفضلاء کے پند ونصائح کو چھوڑ کر چرچل، لنکن، آئن اسٹائن، ٹائن بی، فرینکلن اور کارنیگی وغیرہ کے

اقوال کو ''اقوال زریں'' کہہ کر نصیحت کے طور پر پیش کرنا سراسر اسلامی عقیدہ الولاء اوالبراء کے خلاف ۔

سیاست میں بھی لوگوں کی اکثریت بے دین ، بے نماز ، کبائر کے مرتکب اور شرک وبدعت میں مبتلا سیاستدانوں کو اپنا آئیڈیل بنانے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتی ۔الیکشن کے موقع پر ووٹ دینے کے لئے نیکی ،تقویٰ اور دینداری کو بنیاد بنانے کے بجائے کنبہ ،قبیلہ، برادری اور دنیاوی مفادات کو بنیاد بنایا جاتا ہے ۔یہ طرز عمل بھی عقیدہ اَلوَلاء وَالبَرَاء کے سراسر خلاف ہے۔

بہت سے والدین اپنی اولاد کو بڑی محنت اور محبت سے دینی تعلیم دلواتے ہیں لیکن ان کے رشتے طے کرتے وقت دنیا کی چمک ،دمک کے سامنے ان کے دینی جذبات ماند پڑ جاتے ہیں اور وہ اپنے بچوں اور بچیوں کے لئے بے دین یا بدعتی یا مشرک گھرانے پسند کرتے ہیں یہ طرز عمل بھی عقیدہ الولاء والبراء کے خلاف ہے۔

دوستی اور محبت خواہ فحاشی اور بے حیائی پھیلانے والے فلمی ستاروں اور ٹی وی ایکٹروں سے ہو یا قوم کو گمراہ کرنے والے سیاستدانوں اور دانشوروں سے ہو یا بے دین، بدعتی اور مشرک لوگوں سے ہو یا کفار کے لیڈروں سے، دنیا میں بھی خرابی اور بگاڑ کا باعث بنے گی اور آخرت میں بھی حسرت وندامت کا سبب ہوگی ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ، يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا﴾

ترجمہ:'' اس روز ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور کہے گا کاش میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا ہائے میری کم بختی میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔'' [سورہ الفرقان، آیت نمبر 27-28]

نیک اور متقی اور صالح لوگوں کی دوستی اس دنیا میں بھی اصلاح کا باعث بنے گی اور قیامت کے روز بھی نفع بخش ثابت ہوگی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [الزخرف، آیت نمبر 67]

ترجمہ:'' قیامت کے روز سب ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے متقی لوگوں

کے۔''

اہل ایمان کے ساتھ ولاء یعنی دوستی، محبت، نصرت اور حمایت کا ایک اور پہلو بھی ہے جو اسلامی معاشرے کی اصلاح اور بھلائی کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے اس کا تذکرہ کرنا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محبت اور دوستی کا جذبہ ہر انسان کی فطرت میں رکھا ہے کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ اسلام اس فطری جذبہ کو بھی معاشرے کی بھلائی اور اصلاح کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے۔

عقیدہ الولاء والبراء کے تحت ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق حسب موقع دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کرے، ان کی نصرت اور حمایت کرے۔ اس سلسلے میں رسول اکرم ﷺ کے چند ارشادات پیش خدمت ہیں

- **عام مسلمانوں سے محبت کا حکم: 1)** ارشاد نبوی ﷺ ہے ''اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔'' **2)** ''آپس میں بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کے رہو، کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے ترک تعلق کرے۔'' (بخاری) **3)** ''تم زمین والوں پر مہربانی کرو، آسمان والا تم پر مہربانی فرمائے گا۔'' (ابوداؤد) **4)** ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے دشمن کے حوالے کرے۔'' (بخاری)

- **یتیموں سے محبت کا حکم:** ارشاد مبارک ہے ''میں اور یتیم ........رشتہ دار یا غیر رشتہ دار.........کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ایک ساتھ ہوں گے (آپ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے اپنے ہاتھ مبارک کی دو متصل انگلیاں اوپر کیں) (مسلم)

- **پڑوسیوں سے محبت کا حکم:** آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو خود تو رات پیٹ بھر کر سویا اور اس کا پڑوسی بھوکا رہا حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اس کا پڑوسی بھوکا ہے۔'' (طبرانی)

- **رنجیدہ اور غمزدہ لوگوں سے محبت کا حکم:** آپ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص کسی مسلمان سے کوئی غم اور دکھ دور کرے اللہ اس شخص سے قیامت کے روز کوئی غم اور دکھ دور فرمادے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا

اللہ تعالیٰ قیامت کی روز اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

- **حاجت مندوں سے محبت کا حکم:** آپ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرمائے گا۔“ (بخاری و مسلم)

- **محتاجوں سے محبت کا حکم:** ارشاد نبوی ﷺ ہے ”جو شخص کسی ننگے مسلمان کو کپڑے پہنائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کا سبز ریشم لباس پہنائے گا جو شخص کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کے میوے کھلائے گا اور جو شخص کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں عمدہ شراب پلائے گا۔“ (ابوداؤد، ترمذی)

- **مریضوں سے محبت کا حکم:** ارشاد نبوی ﷺ ہے ”مریض کی عیادت کرنے والا جب تک واپس نہ لوٹے جنت کے باغ میں رہتا ہے۔“ (مسلم)

- **مظلوموں سے محبت کا حکم:** ارشاد مبارک ہے ”اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم“ لوگوں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ مظلوم کی مدد کرنا تو واضح ہے ظالم کی مدد کرنے سے کیا مراد ہے؟“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”اس کو ظلم سے روکو۔“ (بخاری)

- **بیواؤں اور مسکینوں سے محبت کا حکم:** فرمایا ”بیوہ اور مسکین (کی مدد) کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔“ (بخاری)

اہل ایمان کے ساتھ دوستی اور محبت کے یہ دونوں پہلو ہر مسلمان کو پیش نظر رکھنے چاہئیں۔ اس میں نہ صرف فرد کیلئے خیر اور بھلائی ہے بلکہ پورے معاشرے کی فلاح اور کامیابی بھی مضمر ہے اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی اے اللہ! ہمیں اسی چیز کی توفیق عطا فرما جو تو پسند فرماتا ہے اور جس سے تو خوش ہوتا ہے۔“ آمین!

## ایک باطل عقیدے کی تردید:

اس میں شک نہیں کہ تمام مسلمانوں کو رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اپنی جان اپنے ماں باپ، اپنے بیوی بچوں، اپنے عزہ و اقارب اور دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر محبت کا کرنے کا حکم ہے، لیکن کتاب وسنت کی تعلیم کے مطابق

اہل ایمان کی سب سے پہلی اور سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ کے لئے اور پھر رسول اکرم ﷺ کے لئے اور پھر دوسرے اہل ایمان کے لئے ہونی چاہئے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾

ترجمہ:''جو شخص اللہ کو ،اس کے رسول کو اور اہل ایمان کو دوست بنالے اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کی جماعت ہی غالب ہونے والی ہے۔'' (سورہ مائدہ،آیت نمبر 56)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ولاء (محبت ) کی ترتیب واضح فرمادی ہے۔ پہلے نمبر پر محبت اللہ تعالیٰ کے لئے ،دوسرے نمبر پر رسول اللہ ﷺ کے لئے اور تیسرے نمبر پر اہل ایمان کے لئے۔لیکن بعض لوگ رسول اکرم ﷺ کی محبت میں اس قدر غلو سے کام لیتے ہیں کہ آپ ﷺ کا مقام اور مرتبہ اللہ تعالیٰ کے برابر کردیتے ہیں جو کہ جائز نہیں۔اس سے خود رسول اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ارشاد نبوی ہے:

(( لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ )).

ترجمہ:''میرے تعریف میں مبالغہ نہ کرنا جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا (اور اسے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا ڈالا )، بے شک میں ایک بندہ ہوں ،لہٰذا مجھے اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔'' (بخاری)

رسول اللہ ﷺ کے سامنے اگر کسی نے آپ کی تعریف میں غلو سے کام لیا تو آپ ﷺ نے اسے فوراً ٹوک دیا۔ایک صحابی نے دوران گفتگو یہ الفاظ کہے''جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں۔'' آپ ﷺ نے اسے فوراً روک دیا اور فرمایا''کیا تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھا ہے۔'' (مسند احمد) ایک صحابی نے بارش کے لئے دعا کروانی چاہی اور یوں کہا''ہم اللہ کو آپ کے ہاں اور آپ کو اللہ کے ہاں سفارشی بناتے ہیں۔''تو آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا اور فرمایا''افسوس! تجھے معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کی شان کتنی بلند ہے۔اسے کسی کے حضور سفارشی نہیں بنایا جاسکتا۔'' (ابوداؤد)

افسوس! آج مسلمانوں نے بھی رسول اکرم ﷺ کی محبت میں غلو کا وہی راستہ اختیار کرلیا ہے جس سے آپ

ﷺ نے منع فرمایا تھا۔ عام شعراء کے نعتیہ کلام کا کیا ہی کہنا، اچھے بھلے اہل علم شعراء بھی اس معاملے میں کتاب وسنت کی تعلیمات کی پابندی نہیں کر سکے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

یہ شعر اکثر آپ ﷺ کی مدح میں پڑھا جاتا ہے:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اے جا

ترجمہ: ''آسمان کے نیچے ادب کی ایک ایسی جگہ ہے جو عرش سے بھی نازک ہے جہاں جنید بغدادی اور بایزید بسطامی جیسے بزرگ بھی سانس روک کر حاضر ہوتے ہیں۔''

اس شعر میں رسول اکرم ﷺ کی قبر شریف کو عرش الٰہی سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ یہ بات تو مسلمہ ہے کہ مکان کی فضیلت مکین کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کا روضہ مبارک عرش الٰہی سے افضل ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ خود اللہ تعالیٰ سے افضل ہیں، معاذ اللہ! جو کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں شدید گستاخی ہے۔ ایسا ہی ایک شعر آج کل زبان زد عام ہے۔

کعبے کی عظمتوں کا منکر نہیں ہوں میں

کعبے کا بھی کعبہ پیارے نبی کا روضہ

اس شعر میں بھی ویسا ہی غلو اور شرک ہے جیسا کہ پہلے شعر میں ہے۔

مولانا رومی کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

اول و آخر توئی، ظاہر و باطن توئی

مفخر عالم توئی سلامٌ علیک

قرآن مجید میں واضح طور پر اول و آخر اور ظاہر و باطن کی صفت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے بیان ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ﴾

ترجمہ: ''وہ اول بھی ہے آخر بھی، ظاہر بھی ہے باطن بھی۔'' **(سورۃ الحدید آیت نمبر 3)**

اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں رسول اکرم ﷺ کو شریک کرنا سراسر غلو اور شرک ہے۔ یہی لغزش علامہ اقبال سے بھی ہوئی ان کا شعر:

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآن وہی فرقان وہی یٰسین وہی طٰہ

مولانا احمد رضا خان نے اپنے قصیدے میں نبی اکرم ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

قادرِ کل کے نائب اکبر کن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں
ان کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے مالکِ کل کہلاتے یہ ہیں

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ''نشر الطیب فی ذکر النبی ﷺ'' میں اس طرح کے اشعار لکھے ہیں:

لَیْسَ لِیْ سِوَاکَ اَغِثْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ سَیِّدِیْ وَ سَنَدِیْ

''اے میرے سردار اور سہارے! آپ ﷺ کے علاوہ میرا کوئی نہیں، مجھ پر تکلیف آئی ہے میری مدد فرمائیں''۔

تکلیف اور مصیبت میں مدد کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ ط وَاِنْ یَّمْسَسْکَ بِخَیْرٍ فَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾

ترجمہ: ''اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کسی تکلیف میں مبتلا کر دے تو اس کے علاوہ کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (سورۃ الانعام، آیت نمبر 17)

پس مصیبت اور تکلیف میں رسول اللہ ﷺ سے مدد مانگنا، آپ ﷺ کی شان میں غلو اور شرک ہے۔

شان رسالت مآب میں ایسے ہی دو اشعار حاجی امداد اللہ صاحب کے ہیں، ملاحظہ ہوں:

یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے اے حبیب کبریا فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں اج کل اے مرے مشکل کشا فریاد ہے

ان اشعار میں بھی ویسا ہی غلو ہے جو پہلے شعر میں ہے۔

غلو پر مبنی پنجابی کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

محمد دے پکڑے چھڑا کوئی نئیں سکدا خدا دے پکڑے چھڑا لے محمد

ترجمہ: ''اگر کسی کو محمد ﷺ پکڑ لیں تو اسے کوئی چھڑانے والا نہیں اور اگر کسی کو اللہ تعالیٰ پکڑ لے تو اسے محمد ﷺ چھڑا سکتے ہیں۔'' اس شعر میں واضح طور پر رسول اکرم ﷺ کا مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ سے بڑھایا گیا ہے جو شدید غلو اور شرک ہے۔

مولانا ظفر علی خان کا ایک شعر ہے:

نہ ڈر خدا سے اور اس کے عذاب سے لیکن

نبی کی غصہ میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے ڈر

خوف (ماورائے اسباب) اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شامل ہے جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے انہوں نے اپنی قوم کو یہ حکم دیا: ﴿فَاتَّقُوا اللهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ترجمہ: ''اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔(سورۃ الشعراء، آیت نمبر 26)

خود رسول اللہ ﷺ کا اپنا ارشاد مبارک ہے: ((وَاللهِ اِنِّیْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ))

ترجمہ: ''اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔'' (بخاری) پس اللہ تعالیٰ کے خوف سے بے نیاز ہونا اور اس کے بجائے رسول اللہ ﷺ کے غصہ سے ڈرنے کا عقیدہ رکھنا آپ ﷺ کی تعریف میں غلو ہے۔

ان عقائد میں جہاں ایک طرف رسول اکرم ﷺ سے محبت میں غلو پایا جاتا ہے وہاں دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی اور بے ادبی بھی پائی جاتی ہے جو عقیدہ الولاء کے سراسر خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں بے مثال اور یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی محبت اور

عقیدت میں غلو کر کے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے برابر مقام دینا یا اللہ تعالیٰ کی صفات میں آپ ﷺ کو شریک کرنا شرک اکبر ہے جس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے۔﴿فَتَعٰلَی اللّٰہُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات بالاتر ہے اس شرک سے جو لوگ کرتے ہیں۔ (سورۃ الاعراف، آیت نمبر **190**)

☆......☆......☆......☆

جس طرح بعض لوگ رسول اکرم ﷺ کی محبت میں غلو سے کام لیتے ہوئے آپ ﷺ کا مقام اور مرتبہ اللہ تعالیٰ کے برابر کر دیتے ہیں اسی طرح بعض لوگ اپنی اپنی پسندیدہ شخصیات مثلاً ائمہ کرام اولیاء عظام وغیرہ کی محبت میں غلو سے کام لیتے ہوئے ان کا مقام اور مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے برابر یا آپ ﷺ سے بھی زیادہ کر دیتے ہیں یہ غلو بھی اسی طرح ناجائز ہے جس طرح آپ ﷺ کی محبت میں غلو ناجائز ہے۔ جس طرح شرک انسان کے سارے اعمال برباد کر دیتا ہے اسی طرح کسی امتی کی محبت اور عقیدت میں ایسا غلو جس میں امتی کا مقام اور مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے برابر ہو جائے یا بڑھ جائے، بھی انسان کے اعمال کو ضائع کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ، یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴾

ترجمہ: ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ اے لوگو، جو ایمان لائے ہو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو نہ ہی اس کے سامنے اس طرح اونچی آواز سے بولو جس طرح تم ایک دوسرے کے سامنے بولتے ہو ایسا نہ ہو کہ اس سے تمہارے (نیک) اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں اس کی خبر ہی نہ ہو۔'' (سورۃ الحجرات آیت نمبر **1-2**)

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر کسی امتی کا مقام اور مرتبہ رسول اکرم ﷺ سے بڑھانے پر تمام نیک اعمال برباد ہونے کی وعید سنائی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک حدیث شریف میں یہ بات ارشاد فرمائی

ہے: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر آج موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں اور تم لوگ میری بجائے ان کی اتباع شروع کردو تو سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے۔۔اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ بھی میری اتباع کرتے۔'' (دارمی) لیکن یہ بات قابل افسوس ہے کہ بعض لوگ اپنی پسندیدہ شخصیات کی محبت اور عقیدت میں اس قدر غلو سے کام لیتے ہیں کہ ان کا مقام رسول اکرم ﷺ کے مقام اور مرتبہ کے برابر کردیتے ہیں یا اس سے بھی بڑھا دیتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

فقہ حنفی کی معروف کتاب ''درمختار'' میں تحریر ہے ''اس شخص پر ہمارے رب کی ریت کے ذروں کے برابر لعنت ہو جو ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول رد کرے۔'' (درمختار جلد 1، ص 26)۔ اس دعویٰ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی محبت میں شدید غلو پایا جاتا ہے۔ یہ مقام اور مرتبہ صرف رسول اکرم ﷺ کا ہے کہ آپ کے ارشاد مبارک کو رد کرنے والے پر لعنت ڈالی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اور جو شخص (اللہ اور اس کے رسول) کی بات کو رد کرے گا اللہ اسے دردناک عذاب دے گا۔'' (سورۃ الفتح، آیت نمبر 17)

بابا فرید شکر گنج کے کسی عقیدت مند نے ان محبت میں غلو کرتے ہوئے یہ شعر لکھا ہے:

چاچڑ، وانگ مدینہ دسے تے کوٹ مٹھن بیت اللہ<br>
ظاہر دے وچ پیر فرید باطن دے وچ اللہ

اس شعر میں چاچڑ شہر کو مدینہ کے برابر کہہ کر نہ صرف رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی گئی ہے بلکہ کوٹ مٹھن کو بیت اللہ کہہ کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جناب میں بھی گستاخی کی گئی ہے اور پیر فرید کو اللہ کے برابر درجہ دے کر شرکِ اکبر کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ (نَعُوذُ بِاللهِ مِنْ ذٰلِکَ)

مولانا اشرف علی تھانوی کے ایک مرید نے مولانا موصوف کے سامنے اپنے ایک خواب کا واقعہ بیان کیا کہ میں خواب میں کلمہ تشہد صحیح ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ہر بار لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْرَفُ عَلِیُ رَسُوْلُ اللهِ ہی زبان سے نکلتا ہے۔ بیدار ہونے کے بعد کلمہ طیبہ کی غلطی کے تدارک کے لئے درود شریف پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں تب بھی اللھم سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی کے الفاظ زبان سے نکلتے ہیں۔ مولانا

اشرف علی نے اپنے مرید کا یہ خواب سن کر فرمایا ''اس واقعہ میں تسلی تھی جس کی طرف رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالیٰ متبع سنت ہے''۔ (رسالہ الامداد، ص 35) اس واقعہ میں اپنے مرشد سے محبت میں شدید غلو کی تعلیم دی گئی ہے جو کہ سراسر گمراہی ہے۔

مولانا احمد رضا خان کے ایک عقیدت مند کا اظہار عقیدت ملاحظہ ہو:

چار جانب مشکلیں ہیں ایک میں اے مرے مشکل کشا احمد رضا

لاج رکھ لے میرے پھیلے ہاتھ کی اے مرے حاجت روا احمد رضا

(نعمۃ الروح، از اسماعیل رضوی، ص 44 بحوالہ: بریلویت، ص 138)

اس شعر میں اپنے مرشد کو صرف رسول اللہ ﷺ کے مقام سے ہی نہیں بڑھایا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے برابر درجہ دے دیا گیا جو کہ سراسر شرکِ اکبر ہے۔ کسی امام یا عالم، ولی یا مرشد کی عقیدت میں اس قدر غلو کہ اس کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی محبت سے زیادہ محبت ظاہر ہو، اپنا ایمان برباد کرنے کے برابر ہے جس سے ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے۔

☆......☆......☆......☆

رسول اکرم ﷺ کی محبت کے بعد تیسرے نمبر پر تمام اہل ایمان کے ساتھ درجہ بدرجہ محبت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، مہاجرین، انصار، عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر، اصحاب شجر، تابعین، تبع تابعین اور پھر امت کے دیگر تمام علماء، فضلاء، صلحاء، فقہاء اور شہداء وغیرہ۔

جس طرح رسول اکرم ﷺ کی محبت میں غلو کرنا منع ہے اور آپ ﷺ کے بعد کسی امتی کی محبت میں غلو کرنا منع ہے اسی طرح ایک کلمہ گو مومن پر کسی کافر کو ترجیح دینا یا کلمہ گو مسلمان کو حقیر سمجھنا اور کافر کو عزت والا سمجھنا بھی گمراہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾

ترجمہ: ''عزت اللہ کے لئے اس کے رسول کے لئے اور مومنوں کے لئے ہے لیکن منافق

نہیں جانتے۔'' (سورۃ المنافقون، آیت نمبر 8)

اور کافروں کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادُّوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ﴾ (سورۃ المجادلہ، آیت نمبر 20)

ترجمہ: ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہی سب سے زیادہ ذلیل لوگ ہیں۔''

دنیا میں کفار کو حاصل ہونے والی عزت بظاہر کتنی ہی زیادہ ہو سب غیر حقیقی اور عارضی ہے جبکہ اہل ایمان کو حاصل ہونے والی عزت حقیقی اور دائمی ہے، لہٰذا عقیدہ الولاء والبراء کے تحت ایک عام مسلمان بڑے سے بڑے معزز کافر کے مقابلے میں کہیں زیادہ محترم اور عزت والا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، رسول اکرم ﷺ اور اہل ایمان کے ساتھ دوستی اور محبت بالترتیب ان کے اس مقام اور مرتبہ کے مطابق ہونی چاہئے جس کی وضاحت کتاب وسنت میں کی گئی ہے۔

## البراء سے متعلق دو اہم مباحث:

البراء کے بارے میں اسلامی احکام بیان کرنے سے پہلے ہم درج ذیل دو امور کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں:

- اسلام دشمن کفار اور غیر دشمن کفار میں فرق۔
- جہاد اور دہشت گردی میں فرق۔

## اسلام دشمن کفار اور غیر دشمن کفار میں فرق:

اسلام نے تمام کفار کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ اسلام دشمن کفار اور غیر دشمن کفار میں فرق کیا گیا ہے اور دونوں کے بارے میں الگ الگ ہدایات دی ہیں۔

غیر دشمن کفار میں بھی دو طرح کے لوگ ہو سکتے ہیں ایک تو وہ جو مسلمانوں کے لئے بالکل بے ضرر ہوں اور

مسلمانوں سے کسی قسم کا بغض یا عداوت نہ رکھتے ہوں نہ کسی طرح دعوت اسلام اور اشاعت اسلام یا غلبۂ اسلام کا راستہ روکتے ہوں، دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے لئے نہ صرف بے ضرر ہوں بلکہ اپنی طبعی شرافت اور عدل پسندی کی وجہ سے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم اور زیادتی پر احتجاج بھی کرتے ہوں۔

دوسری قسم کے لوگ اگرچہ تعداد میں ہمیشہ کم ہوتے ہیں لیکن ہر زمانے میں ہر جگہ کچھ نہ کچھ لوگ ایسے ضرور موجود ہوتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں شعبِ ابی طالب میں مسلمانوں کے معاشی بائیکاٹ کا ظالمانہ معاہدہ تین سال بعد جن پانچ بااثر شخصیتوں کی وجہ سے ختم ہوا وہ سب کافر تھے لیکن مسلمانوں پر ناروا جبر اور ظلم دیکھ کر ان کا ضمیر بیدار ہوگیا اور انہی کی تحریک سے ظلم وستم کا یہ بے رحمانہ سلسلہ ختم ہوا۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق دوسری قسم کے لوگ تو بدرجہ اولیٰ نیکی اور احسان کے مستحق ہیں لیکن اسلام نے پہلی قسم کے بے ضرر کفار کے ساتھ بھی، رحمدلی اور احسان کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾ (سورة الممتحنہ، آیت نمبر 8)

ترجمہ: ''اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان کافروں سے نیکی اور عدل کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

بے ضرر اور غیر دشمن کفار کے ساتھ عدل وانصاف اور نیک سلوک کرنے پر یقیناً اجر وثواب بھی ہوگا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ شریعت نے بے ضرر اور غیر دشمن کفار کے ساتھ نیکی اور عدل سے کام لینے کا حکم ضرور دیا ہے لیکن ان کے ساتھ قلبی محبت اور دوستی کی اجازت نہیں دی۔ اس لئے قلبی محبت اور دوستی (الولاء) صرف اللہ، اس کے رسول اور اہل ایمان کا حق ہے، جہاں تک اسلام دشمن کفار کا تعلق ہے جو اسلام کو مغلوب کرنا چاہتے ہیں لوگوں کو اسلام کی طرف آنے سے روکتے ہیں، مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے

ہیں اورانہیں صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے ہیں، ایسے کفار کے بارے میں شریعت نے الگ تعلیمات دی ہیں ۔کتاب ہذا میں ''البراء'' کے تحت جتنے احکام اور مسائل بیان کئے گئے ہیں وہ اسلام دشمن کفار کے بارے میں ہی دیئے گئے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ کفار کے ساتھ دشمنی، اظہار نفرت و بیزاری اور ترک تعلق اور پھر حسبِ موقع ان کے خلاف قتال اور جہاد کا حکم ان کے کفر کی وجہ سے نہیں دیا گیا بلکہ ان کے اس جرم کی وجہ دے دیا گیا ہے کہ وہ اسلام کا راستہ روکتے ہیں، اسلام کو مغلوب کرنا چاہتے ہیں، مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے ہیں، ان کا خون بہاتے ہیں، انہیں جلاوطن کرتے ہیں اوران کے گھربار برباد کرتے ہیں۔

## جہاد اور دہشت گردی میں فرق:

اسلام دشمن کفار، جو اسلام کا راستہ وک رہے ہوں، اسلام کو مغلوب کرنے اور مٹانے کی کوشش کررہے ہوں ،اوراس مقصد کے لئے مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے ہوں، ان کے خلاف جہاد (یعنی قتال) واجب ہے، کفار کی قوت توڑنا، مسلمانوں کوان کے ظلم سے بچانا اوران سے ظلم کا بدلہ لینا جہاد سے ہی ممکن ہے لیکن یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اسلام میں جہاد اپنے اغراض ومقاصد کے اعتبار سے ایک عبادت ہے بالکل اسی طرح جس طرح نماز، روزہ اور صدقہ وخیرات عبادت ہے۔جس طرح نماز روزہ ادا کرنے کے لئے شریعت نے اصول وضوابط مقرر فرمائے ہیں۔ جہاد اسی وقت عبادت بنے گا جب یہ شریعت کے مقرر کردہ اصول وضوابط کے مطابق کیا جائے گا۔ان اصولوں میں سے اہم ترین اصول یہ ہے کہ وہ اسلام دشمن کفار جو مسلمانوں کے خلاف برسر جنگ ہوں ان کا بدلہ ان بے ضرر کفار سے نہ لیا جائے جو برسر جنگ نہ ہوں۔ایک غزوہ میں عورت قتل کی گئی۔رسول اکرم ﷺ کو علم ہوا تو دریافت فرمایا ''عورت تو قتال نہیں کررہی تھی، پھر یہ کیوں قتل کی گئی؟'' چنانچہ آپ ﷺ نے آئندہ کے لئے حکم دے دیا ''کسی عورت اور مزدور کو قتل نہ کرو۔'' (ابوداؤد) لشکر اسامہ کو روانہ فرماتے ہوئے بھی آپ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت فرمائی تھی ''کسی بچے ،بوڑھے اور درویش کو قتل نہ کرنا۔'' جس کا مطلب یہ ہے کہ قتال صرف ان اسلام دشمن کفار کے خلاف ہونا

چاہئے جو عملاً برسر جنگ ہوں۔

اس سلسلہ میں دوسری گزارش یہ ہے کہ موجودہ صورت حال میں جبکہ اسلام دشمن کفار پوری منصوبہ بندی کے ساتھ ساری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کو مغلوب کرنے کے لئے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کر رہے ہیں ۔یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پوری مسلم امہ اپنے حکمرانوں کی بے حسی اور مجرمانہ خاموشی سے شدید نفرت کرتی ہے اور یہ چاہتی ہے کہ مسلم امہ کی قیادت ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں آجائے جو کفار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرسکیں۔مسلم ممالک کی اس صورت حال سے کفار نہ صرف اچھی طرح واقف ہیں بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ مسلم ممالک کے حکمرانوں اور عوام کے درمیان تصادم اور ٹکراؤ پیدا ہوتا کہ یہ ممالک انتشار اور بدامنی کا شکار ہو کر عدم استحکام سے دوچار ہوں، جس کا بالآخر فائدہ کفار ہی کو ہوگا۔

ہمارے خیال میں مسلمان حکمرانوں کو اپنی پالیسیاں تبدیل کرنے کے لئے عوام کو دباؤ کے وہ تمام ذرائع استعمال کرنے چاہئیں جن کی اجازت اس ملک کا قانون وآئین دیتا ہو،لیکن ایسی کاروائیاں کرنے سے ہر حال میں گریز کرنا چاہئے جس سے حکمرانوں اور عوام کے درمیان تصادم اور ٹکراؤ پیدا ہونے کا خدشہ ہو۔ایسی کاروائیاں جہاد نہیں دہشت گردی کہلائیں گی۔ ہمارا دشمن (یہود و نصاریٰ اور ہنود) بہت ہی مکار اور عیار ہے ۔ہمارا گمان ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ مسلم ممالک میں ہونے والی تمام تخریبی کاروائیاں ہمارے دشمنوں ہی کی منصوبہ بندی کا حصہ ہیں۔کوئی مسلمان کسی بے گناہ بچے، بوڑھے یا عورت کو قتل کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا چہ جائیکہ مساجد یا امام بارگاہوں میں گھس کر نمازیوں کو بے دریغ قتل کرے یا علماء کرام کو نشانہ بنائے۔مسلم ممالک میں ایسی کاروائیاں کر کے دشمن یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ مجاہدین ہی دراصل دہشت گرد ہیں،جن سے مسلم حکمرانوں کو ہر قیمت پر چھٹکارا حاصل کرنا چاہئے۔اس صورت حال سے پوری طرح چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

یاد رکھئے! جہاد قربانی اور کامیابی کا راستہ ہے جبکہ دہشت گردی تباہی اور ناکامی کا راستہ ہے۔ جہاد اجر وثواب کا باعث ہے جبکہ دہشت گردی گناہ اور سزا کا باعث ہے۔دونوں میں یہ فرق قائم رکھنا بہت ضروری ہے۔

## کفار سے دوستی کی ممانعت کا حکم:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جابجا اسلام دشمن کفار سے دوستی اور محبت کرنے سے منع فرمایا ہے چند آیات ملاحظہ ہوں:

- ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جو شخص انہیں اپنا دوست بنائے گا وہ بھی انہی میں سے ہوگا۔'' (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 5)

- ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے خلاف (عذاب کے لئے) صریح حجت دو۔'' (سورۃ النساء، آیت نمبر 144)

- مومن اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں جو ایسا کرے گا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔'' (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 28)

- اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔'' (سورۃ الممتحنہ، آیت نمبر 1)

- اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی اپنا دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔'' (سورۃ التوبہ، آیت نمبر 23)

- جو منافق اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔'' (سورۃ النساء، آیت نمبر 138)

- سورہ ہود میں تو کفار کے عقائد، نظریات، کلچر اور تہذیب و تمدن کو محض پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے پر ہی جہنم کے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ظالموں کی طرف بالکل نہ جھکو ورنہ جہنم کی لپیٹ میں آ جاؤ گے۔'' (سورۃ ہود، آیت نمبر 113)

یہاں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کفار کے ساتھ دوستی اور محبت سے اللہ تعالیٰ نے اتنی سختی اور شدت سے کیوں منع فرمایا ہے؟ دنیا میں اسلامی اور غیر اسلامی ممالک کا آپس میں لین دین، تجارتی تعلقات

،سفارتی تعلقات اور آمدورفت ایسی مجبوریاں ہیں ،جن سے کوئی مفرنہیں ۔پھر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اتنی سخت آزمائش میں کیوں ڈالا ہے؟ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر خود ہی اس کا جواب ارشاد فرمایاہے۔چند مقامات پیش خدمت ہیں:

- ''کفار چاہتے ہیں جس طرح وہ خود کافر ہیں اسی طرح تم بھی کافر ہوجاؤ تاکہ تم اور وہ سب برابر ہوجائیں۔''(سورۃ النساء،آیت نمبر **89**)

- ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو!اپنے مومن ساتھیوں کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا رازدار نہ بناؤ، کیونکہ وہ تمہیں ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے ،جس بات سے تمہیں تکلیف پہنچے اس سے وہ خوش ہوتے ہیں ان کا بغض ان کی زبانوں سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ ان کے سینوں میں چھپا ہے وہ اس سے کہیں بڑا ہے۔'' (سورۃ آل عمران،آیت نمبر **118**)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار سے دشمنی رکھنے کے چار بنیادی اسباب بتا دیئے ہیں۔

**اولاً** کافر،مسلمانوں کو ہر قیمت پر ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔

**ثانیاً** مسلمانوں کی تکلیف پر کفار کو خوشی ہوتی ہے۔

**ثالثاً** کافر مسلمانوں کے خلاف شدید بغض رکھتے ہیں۔

**رابعاً** ان کے دلوں میں چھپی ہوئی دشمنی اس دشمنی سے کہیں زیادہ ہے جس کا وہ اظہار کرتے ہیں۔

غور فرمایئے! اگر کسی آدمی کو واقعۃً اس بات کا یقین ہوجائے کہ جس شخص سے وہ دوستی کرنے جارہا ہے وہ اس کا اس قدر دشمن ہے کہ اسے ہلاک کرنے کے درپے ہے۔اس کی تکلیف پر اسے خوشی ہوتی ہے۔کیا کوئی بھی غیرت مند اور ہوش مند آدمی ایسے دشمن کے ساتھ دوستی کرنے کے لئے تیار ہوگا؟ ہرگز نہیں! بلکہ ایسے خطرناک دشمن کے بارے میں تو ہر شخص یہ چاہے گا کہ اسے جتنا جلد ممکن ہو ٹھکانے لگا دیا جائے۔لیکن افسوس ہمارے حال پر کہ دین کے معاملہ میں اللہ کریم نے بار بار وضاحت کے ساتھ ہمیں کفار کی شدید دشمنی سے آگاہ فرمایا ہے لیکن ہم اس سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اندھے اور بہرے بنے ہوئے ہیں۔

- ایک اور مقام پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں''تم ان سے محبت کرتے ہو لیکن وہ تم سے محبت نہیں

کرتے تم ساری کتب آسماوی کو مانتے ہو، جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم بھی (تمہاری کتاب اور رسول کو) مانتے ہیں مگر جب تم سے الگ ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف ان کے غیظ وغضب کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنی انگلیاں چبانے لگتے ہیں، ان سے کہو اپنے غصے میں جل مرو بے شک اللہ تعالیٰ سینوں کے بھید تک جانتا ہے۔'' (سورۃ آل عمران، آیت نمبر **119**)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی ٹھوس حقیقت بیان فرمائی ہے جس کا مشاہدہ آج ہر مسلمان اپنی کھلی آنکھوں سے کررہا ہے اور وہ یہ کہ مسلمان کفار کو اپنا دوست سمجھتے ہیں اور ان سے محبت کررہے ہیں ان کی ساری باتیں مانتے چلے جارہے ہیں جبکہ کافر آئے روز مسلمانوں کے خلاف پہلے سے زیادہ غیظ وغضب اظہار کرتے چلے جارہے ہیں انہیں زیادہ سے زیادہ مشکلات اور مصائب میں پھنساتے چلے جارہے ہیں اور آئندہ طرح طرح سے ان پر مظالم توڑنے کے منصوبے بنارہے ہیں لیکن حیف ہے مسلمانوں کے حال پر کہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کررہے ہیں۔

- اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام دشمن کفار کے بارے میں یہاں تک آگاہ فرمادیا ہے کہ وہ تمہارے دین کو ملیا میٹ کرنا چاہتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے'' کافر اپنے منہ کی پھونکھوں سے اللہ تعالیٰ کے نور (اسلام) کو بجھادینا چاہتے ہیں۔'' (سورۃ الصّف، آیت نمبر **8**)

حقیقت یہ ہے کہ کسی غیرت منداور عقل وخرد رکھنے والے شخص کے لئے اپنے دشمن سے انتقام لینے اور اسے انجام تک پہنچانے کے لئے جرائم کی اتنی فہرست بھی بہت ہے جس کا ذکر ہم نے گزشتہ صفحات میں کردیا ہے جبکہ قرآن مجید میں کفار کے بیان کئے گئے جرائم کی فہرست اسے کہیں زیادہ طویل ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ دوستی کرنے، اتحاد کرنے اور ان کی باتیں ماننے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ایک قدم آگے بڑھ کران سے نفرت، بیزاری، قطع تعلق اور بیر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:'' تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے صاف صاف کہہ دیا ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے، جن کی تم بندگی کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر، قطعی بیزار ہیں ہم نے (تمہارے دین سے) انکار کیا، ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے

عداوت اور بیر ہے جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لے آؤ۔'' (سورۃ الممتحنہ آیت نمبر **4**)

سورۃ الممتحنہ کی اس آیت سے درج ذیل تین باتیں معلوم ہوتی ہیں:

- کفار کے کفر سے واضح طور پر اظہار بیزاری اور اظہار نفرت کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔
- کفار کے ساتھ مسلمانوں کو اپنی عداوت دشمنی اور بیر کا کھلا کھلا اظہار اس وقت تک کرنا چاہئے جب تک وہ ایک اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔
- آیت کریمہ سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اَلْوَلاء وَالْبَرَاء شریعت اسلامیہ کا ایک مستقل قانون اور ضابطہ ہے جو پہلی امتوں کے لئے بھی اسی طرح تھا جس طرح امت محمد ﷺ کے لئے ہے۔

اَلْبَرَاء کے بارے میں انبیاء کرام کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان کے وقت اپنے کافر بیٹے کے لئے پدری شفقت اور محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کی لیکن جب انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں تو فوراً اس سے بیزار ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض پرداز ہوئے ﴿رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَسْئَلُکَ مَا لَیْسَ لِیْ بِـهِ عِلْمٌ ط وَاِلَّا تَغْفِرْلِیْ وَتَرْحَمْنِیْ اَکُنْ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ ''اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تجھ سے وہ سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔'' (سورۃ ہود، آیت نمبر **47**)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اپنے باپ کے بارے میں علم ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے فوراً براءت کر دی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَـهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ﴾

''جب ابراہیم پر یہ بات واضح ہو گئی کہ ان کا باپ اللہ کا دشمن ہے تو ابراہیم علیہ السلام نے اس سے بیزاری کا اظہار کیا۔'' (سورۃ التوبہ، آیت نمبر **114**)

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کافر تھی، فرشتے اللہ کا عذاب لے کر آئے تو حضرت لوط علیہ السلام کو

بتایا﴿اِنَّا مُنَجُّوکَ وَاَھْلَکَ اِلَّا امْرَأَتَکَ کَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴾ ''ہم تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو بچالیں گے کے سوائے تمہاری بیوی کے جو( کافروں کے ساتھ ) پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔''
(سورۃ العنکبوت، آیت نمبر 33)

خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاندان کے کفار کے ساتھ واضح الفاظ میں اظہار برأت فرمایا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ((اَلاَ اِنَّ اٰلَ اَبِیْ یَعْنِیْ فُلَانًا لَیْسُوا لِیْ بِاَوْلِیَآءَ )) ترجمہ:''سنو! میرے باپ کی اولاد سے فلاں فلاں میرے قطعاً دوست نہیں۔'' (مسلم)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عقیدہ البراء کے احکام کی پابندی کرتے ہوئے اپنے کافر ماں باپ، بہن بھائی اور اعزہ اقارب کے ساتھ اظہار عداوت اور اظہار نفرت کر کے تاریخ اسلامی کا ایسا زریں باب رقم کیا ہے جس کی تعریف اور توصیف اللہ تعالیٰ نے عرش عظیم پر فرمائی۔ البراء سے متعلق سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم کے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو ماں نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ حضرت سعد ماں کو کھانے پینے کے لئے کہتے تو ماں کہتی میں اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں پیوں گی جب تک تو یہ دین نہ چھوڑے گا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کی ضد دیکھی تو اسے صاف صاف کہہ دیا''امی جان! مجھے بلاشبہ آپ سے بڑی محبت ہے لیکن آپ سے کہیں زیادہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے۔ اللہ کی قسم! اگر تیرے جسم میں ہزار جاں بھی ہو اور وہ ایک ایک کر کے میرے سامنے نکلتی رہے تب بھی میں اللہ اور اس کے رسول کے دین کو نہیں چھوڑوں گا۔''

غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر ایک جگہ انصار مہاجرین میں جھگڑا ہو گیا تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے یہ بات کہی''مدینہ پہنچ کر ہم میں سے عزت والے ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریں گے۔'' لشکر جب مدینہ پہنچا تو عبداللہ بن ابی کا اپنا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے سچی محبت کرنے والا وفادار صحابی تھا، تلوار سونت کر اپنے باپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا''تم نے کہا تھا مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلیل کو نکال باہر کرے گا، اب تمہیں معلوم ہو گا کہ عزت والے تم ہو یا اللہ اور اس کا رسول ہیں؟ رسول اللہ ﷺ

کومعلوم ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اپنے باپ کو مدینہ جانے دو۔'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یا رسول ﷺ! اگر آپ کا حکم ہے تو پھر یہ جا سکتا ہے۔'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ساتھ ہی یہ بات بھی عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ میرے باپ کو (توہین رسالت کے جرم میں) قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو مجھے حکم دیں، اللہ کی قسم! میں اس کا سر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کردوں گا۔''

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا باپ ابو عامر تورات اور انجیل کا عالم تھا لیکن جب رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابو عامر آپ ﷺ کی دشمنی میں اس قدر دیوانہ ہوگیا کہ مدینہ چھوڑ کر مشرکین مکہ کے ہاں رہائش پذیر ہوگیا۔ لوگوں کو ہر وقت رسول اکرم ﷺ کے خلاف بھڑکاتا اور مشتعل کرتا رہتا۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے کچھ دیر تو برداشت کیا لیکن ایک روز توہین رسالت کے اس جرم پر غیرت ایمانی کو یارائے ضبط نہ رہا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! اگر اجازت ہو تو اپنے باپ کا سر اتار لاؤں؟'' رحمت عالم ﷺ نے فرمایا ''نہیں ہم اس سے برا سلوک نہیں کریں گے۔''

غزوہ تبوک کے لئے روانگی کا حکم ہوا تو منافقین نے مختلف حیلوں بہانوں سے رخصت لینی شروع کردی اس موقع پر درج ذیل تین مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محض سستی کی بناء پر پیچھے رہ جانے والوں میں شامل تھے ● حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ● حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ ● حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ۔ رسول اللہ ﷺ نے سزا کے طور پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ ان تینوں حضرات سے قطع تعلق کرلیا جائے۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ اور حضرت مرارہ رضی اللہ عنہ تو گھر بیٹھ گئے لیکن حضرت کعب رضی اللہ عنہ بازار اور مسجد آتے جاتے اس لئے انہیں اس مقاطعہ کی وجہ سے شدید پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ایک روز انہیں قیصر روم کے گورنر شاہ غسان کا خط ملا کہ ہمیں پتہ چلا ہے تمہارے نبی نے تم پر بڑا ظلم کیا ہے حالانکہ تم ذلیل آدمی نہیں ہو نہ ہی ضائع کرنے کے لائق ہو ہمارے پاس آجاؤ، ہم تمہیں عزت بخشیں گے۔ یہ خط حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے ایمان کا بہت بڑا امتحان تھا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے پریشانی کے اس عالم میں بھی ''الولاء والبراء'' کی ایسی عظیم مثال قائم کی جو رہتی دنیا تک اہل ایمان کے ایمان کو جلا بخشتی رہے گی۔ جیسے

ہی قیصر روم کا خط پڑھا، ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اسے آگ میں جھونک دیا اور قیصر روم کو عملاً یہ پیغام دے دیا کہ اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی محبت کے مقابلے میں کفار کی دی ہوئی عزت اور وقار آگ میں جھونک دینے کے لائق ہے۔

غزوہ بدر میں حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا باپ مشرکین مکہ کے ساتھ تھا۔حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں بڑی شجاعت اور استقامت سے لڑے ان کا والد بار بار سامنے آتا لیکن حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پہلو تہی کر جاتے ۔جب باپ نے بیٹے کو مقابلہ کے لئے مجبور کر دیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کا سر اتارنے میں ذرہ برابر بھی تامل نہیں کیا۔باپ سامنے آیا تو اس کے سر پر ایسا زبردست وار کیا کہ سر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

اسی جنگ میں حضرت عمر بن خطاب رضی عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ کو، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن ربیعہ کو قتل کیا ، جو ان کے قریبی رشتہ دار تھے۔

اللہ تعالیٰ کو غزوہ بدر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا الولاء اور البراء کا یہ طرز عمل اتنا پسند آیا کہ ان کے حق میں سورۃ المجادلہ کی یہ آیات نازل فرمائیں۔

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَآءَ هُمْ اَوْ اَبْنَاءَ هُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْعَشِيْرَتَهُمْ ط اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ط اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ط اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾

”تم کبھی نہ پاؤ گے جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے۔خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے

بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان والے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح (یعنی نور ایمان) عطا کر کے ان کی مدد فرمائی ہے وہ انہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہوا وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ اللہ کے لشکر والے ہیں خبردار رہو اللہ کا لشکر والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔" (سورۃ المجادلہ، آیت نمبر **22**)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پانچ باتوں کا وعدہ فرمایا ہے:

- اللہ تعالیٰ نے نور ایمان سے ان کی مدد فرمائی۔
- وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔
- اللہ ان سے راضی ہو گیا وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔
- وہ اللہ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔
- وہ دنیا و آخرت میں فلاح پا گئے۔

اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے برحق اور سچ ہیں جو لوگ آج بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے الولاء والبراء کے تقاضوں کو پورا کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو یقیناً سچ پائیں گے۔ ﴿ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ﴾ "بے شک اللہ تعالیٰ وعدوں کی خلاف ورزی نہیں فرماتا۔" (سورۃ الرعد، آیت نمبر **31**)

## کفار سے دوستی کی دنیا میں سزا:

کفار چونکہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں اس لئے ان سے دوستی کرنا دراصل اللہ کے دشمنوں سے دوستی کرنا ہے ، کفار کے مطالبات تسلیم کرنا، دراصل اللہ کے دشمنوں کے مطالبات تسلیم کرنا ہے۔ کفار کے مفادات کا تحفظ کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے مفادات کا تحفظ کرنا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے جس کی دنیا میں بھی شدید ترین سزا ہے اور آخرت میں اس سے کہیں زیادہ شدید۔ ہم قرآن مجید کی آیات کے حوالہ سے ان دونوں سزاؤں کو یہاں الگ الگ تذکرہ کر رہے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے

والے سعید فطرت لوگ اپنے آپ کو اس فتنہ عظیم سے محفوظ رکھنے کی ضرور کوشش کریں گے۔

کفار سے دوستی کی دنیا میں درج ذیل پانچ سزائیں ہیں:

- اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے محرومی: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاری کو دوست نہ بناؤ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جو بھی انہیں اپنا دوست بنائے گا اس کا شمار بھی انہی میں سے ہوگا، بے شک اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کی راہنمائی نہیں فرماتا۔'' (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 51) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ جو لوگ اسلام دشمن کافروں سے دوستی کریں گے اللہ تعالیٰ ان ظالموں کی رہنمائی نہیں فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے محرومی کے بعد کون ہے جو کسی قوم کو خوشحالی یا کامیابی کا راستہ دکھا سکے؟ عبرت کے لئے بنی اسرائیل کا واقعہ یاد کر لیجئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلے تو بنی اسرائیل جزیرہ نمائے سینا میں خیمہ زن ہوئے، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب تم لوگ ارض مقدس یعنی فلسطین پر فوج کشی کرو تم لوگ فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوگے، بنی اسرائیل نے جہاد کرنے سے انکار کر دیا، کہنے لگے ﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾ ''اے موسیٰ تو اور تیرا رب جا کر جہاد کرو ہم تو یہیں بیٹھتے ہیں۔'' (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 24) اللہ تعالیٰ نے انہیں اس نافرمانی کی سزا یہ دی کہ اپنی رہنمائی سے محروم فرما دیا۔ ارشاد فرمایا ﴿قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ، يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ط فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''وہ ارض مقدس چالیس سال کے لئے تم پر حرام کر دی گئی اب اسی صحرا میں سرگرداں پھرتے رہو گے۔ (اے موسیٰ!) اب ایسے نافرمانوں کی حالت پر غم نہ کرنا۔'' (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 26) اللہ تعالیٰ کی راہنمائی سے محروم ہونے کے بعد چھ لاکھ افراد پر مشتمل قوم صرف نوے (90) میل لمبے اور ستائیس (27) میل چوڑے علاقہ سے مسلسل چالیس سال تک نکلنے کا راستہ کرتی رہی لیکن تلاش نہ کر سکی وہ جگہ جہاں سے بیسوں مرتبہ گزر کر وہ اپنے ملک مصر جا چکے تھے، واپس مصر جانے کے لئے راستہ تلاش کرتے تو مصر کا راستہ بھی نہ پا سکے۔ ہوتا یہ کہ سارا دن سفر کرتے رہتے جب شام ہوتی تو معلوم ہوتا کہ پھر پھرا کر وہیں آ گئے ہیں جہاں صبح کے وقت تھے۔

ان چالیس سالوں کے دوران حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے اور بنی اسرائیل کے وہ بزدل افراد، جو جہاد سے جی چرانے والے تھے، مرکھپ گئے، جذبہ جہاد سے سرشار نئی نسل تیار ہوگئی، جذبہ جہاد سے سرشار نئی نوجوان نسل تیار ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے یوشع بن نون علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا ان کی قیادت میں مجاہدین نے فوج کشی کی اور فاتح کی حیثیت سے ارض مقدس میں داخل ہوئے۔(معارف القرآن)

کسی قوم کو اللہ تعالیٰ کا اپنی راہنمائی سے محروم فرما دینا، بڑی سخت سزا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہنمائی سے محروم ہونے کے بعد وہ قوم یقیناً اسی طرح بے منزل، بے ٹھکانہ اور بے مقصد سرگرداں پھرتی رہے گی جس طرح بنی اسرائیل پھرتی رہی۔﴿مَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ﴾ ''جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔'' (سورۃ الاعراف، آیت نمبر **186**)

- **اللہ تعالیٰ کی نصرت سے محرومی:** اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دوستی اور اتحاد کرنے کی دوسری سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنی نصرت سے محروم کر دیتے ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اگر تم نے علم آ جانے کے بعد یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کی تو تجھے اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہوگا۔'' (سورۃ البقرہ، آیت نمبر **120**) اللہ تعالیٰ نے یہ بات رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائی ہے اگر آپ ﷺ نے یہود و نصاریٰ کی باتیں مانیں اور ان کے مطالبات تسلیم کئے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت سے محروم ہو جاؤ گے اور کوئی دوسرا تمہاری مدد نہیں کر سکے گا۔دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اہل ایمان، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کئی تعلق نہیں۔'' (سورۃ آل عمران، آیت نمبر **28**) جس قوم سے اللہ تعالیٰ اپنی نصرت اٹھالیں اور اپنا تعلق ختم کر لیں اور اپنی راہنمائی سے محروم کر دیں اس کی مثال اس شخص سے مختلف کیسے ہوسکتی ہے جو اندھا بھی ہو، بہرا بھی ہو، گونگا بھی ہو اور کوئی دوسرا اس کی مدد کرنے والا بھی نہ ہو کیا ایسا شخص کبھی اپنی منزل مقصود پر پہنچنے کا تصور کر سکتا ہے؟

- **خسارہ ہی خسارہ:** یہ کفار سے دوستی کرنے اور ان کے مطالبات تسلیم کرنے کی تیسری سزا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اگر تم کفار کی باتیں مانو گے تو وہ الٹا پھیر لے جائیں گے اور تم

خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔'' (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 149)

خسارے میں مبتلا ہونے سے مراد یہاں زندگی کے کسی ایک پہلو میں خسارہ نہیں بلکہ ہر طرح کا خسارہ ہے ،عقائد اور نظریات میں خسارہ، تہذیب وتمدن اور طرز معاشرت میں خسارہ ،اخلاق اور کردار میں خسارہ،عزت اور وقار میں خسارہ ،امن اور سلامتی میں خسارہ ،معاشی اور اقتصادی خسارہ ،غرض زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں رہے گا جس میں مسلمان خسارے سے دوچار نہ ہوں۔

خسارے کے بارے میں یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ خسارے کا مطلب ہمیشہ اعداد وشمار کا خسارہ نہیں ہوتا عین ممکن ہے اعداد وشمار کے اعتبار سے ملک کا خزانہ بھرا ہوا ہو لیکن اس کے مقابل آفات سماوی،طوفان، زلزلے، بیماریاں، قحط سالی وغیرہ اس کثرت سے آئیں کہ بھرا ہوا خزانہ بھی ان سے نمٹنے کے لئے ناکافی ہو۔ایسی صورت حال بھی درحقیقت خسارہ ہی ہے اور اعداد وشمار میں نظر آنے والے خسارے سے کہیں زیادہ خطرناک خسارہ ہے۔جس قوم کو اللہ تعالیٰ خسارے سے دوچار کردے اسے ساری دنیا مل کر بھی نفع پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکتی۔رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ نصیحت فرمائی تھی ''اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت کر، اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔اللہ تعالیٰ کو یاد کر تُو اسے اپنے پاس پائے گا۔سوال کرنا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے کر۔مدد مانگنی ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگ اور اچھی طرح جان لے اگر سارے لوگ تجھے نفع پہنچانے کے لئے اکھٹے ہو جائیں تو بھی کچھ نفع نہیں پہنچا سکیں گے سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور اگر سارے لوگ تجھے نقصان پہنچانے کے لئے اکھٹے ہو جائیں تو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے''۔(ترمذی)

- **ذلت اور رسوائی:** کفار سے دوستی کی چوتھی سزا دنیا میں ذلت اور رسوائی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:''جو لوگ اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا یہ ان سے عزت حاصل کرنے جاتے ہیں؟ عزت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔'' (سورۃ النساء، آیت نمبر 139)

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کفار سے دوستی اور اتحاد کرکے ہمیں عزت اور وقار حاصل ہوگا اللہ تعالیٰ انہیں خبردار فرمارہے ہیں، سنو! عزت اور ذلت میرے ہاتھ میں ہے عزت اور وقار کا مالک میں ہوں، لہٰذا جو لوگ میرے

دشمنوں سے دوستی کر کے عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ ذلیل اور رسوا ہوں گے اور وقار وہی پائے گا جو میری طرف رجوع کرے گا﴿وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ﴾ ''جسے اللہ ذلیل کردے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔'' (سورۃ الحج، آیت نمبر 18)

یہ بات یادرہے کہ کفار کی اس دنیا میں شان وشوکت اور عزت بالکل عارضی اور ناپائیدار ہے اس سے کسی مسلمان کو دھوکہ نہیں کھانا چاہئے اس دنیا کے بعد آخرت میں ان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی ذلت اور رسوائی ہوگی ،لہٰذا ان سے حاصل کی ہوئی عزت اور وقار بھی عارضی اور ناپائیدار ہوگا۔ پھر آخرت میں ان کفار کے ساتھ ان کے دوستوں کے لئے بھی ہمیشہ ہمیشہ کی ذلت اور رسوائی ہوگی جبکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عزت دنیا سے لے کر آخرت تک دائمی اور حقیقی عزت ہے جس کے بعد کسی کو ذلت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ((اِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يُعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ)) ''بے شک جسے اللہ دوست رکھے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور جس سے اللہ تعالیٰ دشمنی رکھے وہ کبھی عزت حاصل نہیں کرتا۔'' (نسائی)

- **ندامت اور پریشانی:** کفار سے دوستی کرنے والوں کے لئے پانچویں سزا یہ ہے کہ انہیں اس دنیا میں ہی کفار سے دوستی پر ندامت اور پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم دیکھتے ہو کہ جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ کافروں (کے ساتھ دوستی کرنے میں) دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ''ہمیں ڈر ہے کہ (اس کے بغیر) ہم کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں۔'' بعید نہیں جب اللہ تعالیٰ تمہیں فیصلہ کن فتح عطا فرمادے یا اپنی طرف سے کوئی اور (نصرت کی) بات ظاہر فرمادے تو پھر یہ لوگ اپنے اس نفاق پر جسے وہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں نادم ہوں گے۔'' (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 52)

آیت کریمہ میں ان مسلمانوں کو مخاطب کیا گیا ہے جو اپنے آپ کو کسی مصیبت سے بچانے کے لئے کافروں سے دوستی کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے بغیر ہم کسی نہ کسی مصیبت میں پھنس جائیں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہم اہل ایمان کی نصرت کریں گے اور انہیں فتح عطا فرمائیں گے۔ اس وقت یہ لوگ یقیناً ندامت اور پشیمانی سے دوچار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق اور سچ ہے۔ جس طرح رات کے بعد سحر کا طلوع ہونا لازمی امر ہے اسی طرح مجاہدین کی قربانیوں کے بعد اللہ تعالیٰ کی نصرت کا آنا اور حالات کا بدلنا لازمی امر ہے

۔اُس وقت رات کی تاریکی پرخوش ہونیوالے اورطلوع سحر کا انکار کرنے والے یقیناً نادم اور شرمندہ ہوں گے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ کفار سے دوستی کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ پانچ سزائیں دنیا میں رکھی ہیں:

- اللہ تعالیٰ کی نصرت سے محرومی
- اللہ تعالیٰ کی راہنمائی سے محرومی
- ذلت اور رسوائی
- ہر لحاظ سے خسارہ ہی خسارہ
- ندامت اور پریشانی

اللہ تعالیٰ کے ارشادات کسی تصدیق یا تائید کے محتاج نہیں ﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلاً﴾ ''اپنی بات میں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون سچا ہوگا؟ (سورۃ النساء، آیت نمبر **22**) تاہم وطن عزیز نے گزشتہ **11** ستمبر کے بعد کفار کے ساتھ دوستی کا جو نیا سفر شروع کیا ہے اس کے نتائج دیکھ کر ہر صاحب بصیرت یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ زمینی حقائق کے مقابلہ میں آسمانی حقائق کس قدر ٹھوس اور سچے ہیں ،لمحہ بھر کے لئے پاکستان کے مشرق اورمغرب ،جنوب اور شمال کی سرحدوں پر ایک نظر ڈال کر دیکھ لیجئے اور اندرون ملک دینی ،سیاسی ،اقتصادی ،معاشرتی اور اخلاقی اعتبار سے نیز امن وسلامتی کے حوالے سے حالات کا جائزہ لے کر غور فرمایئے مذکورہ بالا پانچ سزاؤں میں سے کون سی ایسی سزا ہے جس سے آج پاکستان بچا ہوا ہے؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور تاریخ کی شہادت سے کوئی سبق حاصل کرنے کے لئے تیار ہیں یا ہمارے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں ﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا﴾ ''کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔'' (سورہ محمد، آیت نمبر **24**)

## کفار سے دوستی کی آخرت میں سزا:

کفار سے دوستی اور تعاون کرنے والوں کے لئے آخرت میں سزا سے متعلق چند قرآنی آیات درج ذیل ہیں:

- ''جو لوگ اہل مومن کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کرتے ہیں ایسے منافقوں کو عذاب الیم کی بشارت دے دو۔'' (سورۃ النساء، آیت نمبر **138-139**)

- ''آج تم بکثرت ایسے لوگ دیکھتے ہو جو (اہل ایمان کو چھوڑ کر) کفار کو اپنا دوست بناتے ہیں یقیناً بہت ہی برا ہے جو انہوں نے اپنے لئے آگے بھیجا ہے اللہ ان پر غضبناک ہو گیا اور وہ ہمیشہ کے لئے عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں''۔ (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 80)
- ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کو (عذاب کیلئے) کھلا کھلا ثبوت مہیا کر دو۔'' (سورۃ النساء، آیت نمبر 144)
- ''کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے دوست بنایا ایسے گروہ کو جن پر اللہ کا غضب ہوا، یہ لوگ نہ تمہارے ہیں نہ ان کے، یہ جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں (ان کے لئے) بہت ہی برا ہے۔'' (سورۃ المجادلہ، آیت نمبر 14-15)

مذکورہ بالا آیات سے درج ذیل تین باتیں معلوم ہوتی ہیں:

- کفار سے دوستی کرنے پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتے ہیں۔
- کفار سے دوستی کرنے والے منافق ہیں۔
- کفار سے دوستی کرنے والوں کے لئے آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب الیم ہے۔

کفار سے دوستی کرنے والے اپنے تئیں یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کفار سے تصادم کا پرخطر راستہ اختیار نہ کر کے بڑی کامیاب حکمت اختیار کی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور کفر کے درمیانی راہ اختیار کرنے کی اس حکمت عملی کو نفاق قرار دیا ہے جس کی سزا اللہ تعالیٰ کے ہاں کفر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ج وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴾

ترجمہ: ''یقین کرو منافقین جہنم میں سب سے نچلے طبقہ میں جائیں گے اور تم کسی کو ان کا مددگار نہ پاؤ گے۔'' (سورۃ النساء، آیت نمبر 145)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ منافقین کو آگ کے صندوقوں میں بند کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا اور یہ جلتے بھنتے رہیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں یہ صندوق لوہے کے ہوں گے جو آگ لگتے ہی آگ ہو جائیں گے اور چاروں طرف سے بالکل بند ہوں گے پھر کوئی نہ ہوگا جو ان کی کسی طرح مدد کرے اور جہنم سے نکال سکے۔ (تفسیر ابن کثیر)

عہد نبوی ﷺ میں عبداللہ بن ابی اسلام لانے کے باوجود کفار سے دوستانہ تعلقات رکھتا تھا اور اس نے ایک بار نہیں کئی بار مسلمان ہوتے ہوئے کفار کے مفادات کا تحفظ کیا 1 جب وہ مرا تو اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جو مخلص اور سچے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں سے تھے، رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اپنے باپ (عبداللہ بن ابی) کی نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ کی دلجوئی کے لئے اور از راہ ترحم نماز جنازہ پڑھا دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی۔

﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ ط اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَھُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾

”ان منافقوں میں سے اگر کوئی مرجائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا نہ اس کی قبر پر (دعا کے لئے) کھڑے ہونا کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا اور اس حال میں مرے ہیں کہ فاسق تھے۔“ (سورۃ التوبہ، آیت نمبر 84)

منافقین کے بارے میں یہ آیت تو اس واقعہ سے پہلے ہی نازل ہو چکی تھی۔

﴿ اِسْتَغْفِرْ لَھُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ ط اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ ط ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴾

”(اے نبی!) آپ ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں یا نہ کریں (برابر ہے) اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی دعا کریں تو اللہ انہیں معاف نہیں فرمائے گا۔“ (سورۃ التوبہ، آیت نمبر 80)

عبداللہ بن ابی کے واقعہ سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ منافقین قیامت کے روز رسول رحمت ﷺ کی

شفاعت سے بھی محروم رہیں پس اللہ کا غضب .........رسول رحمت ﷺ کی شفاعت سے محرومی ......، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم اور جہنم میں عذاب الیم ۔ یہ ساری سزائیں ہوں گی قیامت کے روز ان نام نہاد مسلمانوں کے لئے جو اہل ایمان کو چھوڑ کر کفار سے دوستی کرتے ہیں۔

دنیا اور آخرت میں اس بدترین انجام کو جان لینے کے باوجود جو حضرات یہ کہنے کی جسارت کرتے ہیں کہ کفار کی دوستی میں فائدے ہی فائدے ہیں 2ان کے بارے میں قرآن مجید کے اس تبصرے سے بہتر تبصرہ کون کرسکتا ہے:

﴿ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ ﴾

ترجمہ:''ان کے پاس دل ہیں مگر ان سے (حق) کو سمجھتے نہیں ان کے پاس آنکھیں ہیں لیکن یہ ان سے دیکھتے نہیں، ان کے پاس کان ہیں لیکن یہ ان سے سنتے نہیں، ایسے لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ۔ یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔'' (سورۃ الاعراف، آیت نمبر **179**)

دنیا اور آخرت کی ان سزاؤں کے حوالہ سے آخر میں ہم یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارا رب بڑا ہی رحیم وکریم ہے، بڑا ہی بخشنہار اور پردہ پوش ہے اس نے توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رکھا ہے جو بھی اس کے دروازے پر حاضر ہوتا ہے کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا، بڑے سے بڑے نافرمان اور سرکش کو بھی اس کی رحمت مایوس نہیں ہونے دیتی، وہ نہ صرف توبہ قبول کرتا ہے بلکہ اپنے گناہ گار بندوں کی توبہ پر خوش ہوتا ہے ۔ اگر ہم ندامت اور پشیمانی کے ساتھ اس کے دروازے پر حاضر ہو جائیں اور اس کے رحم وکرم کی بھیک مانگیں تو وہ یقیناً ہمارے گناہ معاف فرمادے گا وہ ہماری ذلت کو عزت سے بدل دے گا، خوف کی جگہ امن عطا فرمادے گا ،خساروں کو نفع میں بدل دے گا، ہمارے بے راہرو کارواں کی راہنمائی فرمائے گا، ہماری بے بسی اور ناتوانی کو قوت اور توانائی سے نواز دے گا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آخرت میں ہمارے گناہ معاف فرمادے گا، لیکن

سوال یہ ہے کہ کیا ہم یہ سودا کرنے کے لئے تیار بھی ہیں؟

## عقیدہ اَلْوَلَاءِ وَالْبَرَاء ہی دوقومی نظریہ ہے:

عقیدہ ''اَلْوَلَاءِ وَالْبَرَاء'' کی بنیاد کلمہ توحید ہے۔تمام انبیاء کرام علیہم السلام اسی کلمہ توحید کی دعوت لے کر آئے جیسے ہی انبیاء کرام علیہم السلام نے لوگوں کو اس کلمہ کی دعوت دی ان میں ان میں دو گروہ بن گئے ایک کلمہ توحید کا اقرار کرنے والا اور دوسرا کلمہ توحید کا انکار کرنے والا۔قوم ثمود کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا۔کلمہ توحید کی دعوت سنتے ہی لوگوں کے نہ صرف دو گروہ بن گئے بلکہ دونوں گروہوں میں تصادم اور کشمکش بھی شروع ہوگئی۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقَانِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴾ (سورۃ النمل، آیت نمبر 45)

ترجمہ: ''بے شک ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو (یہ پیغام دے کر) بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو۔اسی وقت ان کے درمیان دو فریق بن گئے اور جھگڑا کرنے لگے۔''

غور فرمایئے! ایک ہی وطن، ایک ہی نسل، ایک ہی زبان، ایک ہی رنگ، ایک ہی تہذیب کے لوگ، لیکن کلمہ توحید نے سب کو دو الگ الگ گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ایک گروہ کلمہ توحید پر ایمان لا کر ''مومن'' کہلایا اور دُوسرا گروہ توحید کا انکار کر کے ''کافر'' کہلایا۔

حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ پیغام دے کر بھیجا:

﴿ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰہَ ﴾

ترجمہ: ''اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو''۔(سورۃ ھود، آیت نمبر 26)

حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعوت کے بعد قوم دو گروہوں میں بٹ گئی ،کلمہ توحید کا اقرار کرنے والے اور انکار کرنے والے۔حضرت نوح علیہ السلام کی صلبی بیٹا بھی انکار کرنے والوں میں شامل تھا۔طوفان آیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے ڈرتے ڈرتے اللہ تعالیٰ سے سفارش کی ﴿اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ ﴾ ''اے میرے

رب! میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے۔'' (اسے بچا لے) ارشاد ہوا ﴿یٰنُوحُ اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ اَھْلِکَ﴾ ''اے نوح! یہ تمہارے اہل سے نہیں۔'' (سورۃ ہود، آیت نمبر 45-46) اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب یہ نہیں تھا کہ تمہارا بیٹا صلبی بیٹا نہیں رہا بلکہ مطلب یہ تھا کہ کلمہ توحید کا انکار کرنے کے بعد اس کا تمہارے ساتھ نظریاتی تعلق نہیں رہا اب وہ کفار کے گروہ کا فرد ہے۔ تمہارے گروہ کا نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو توحید کی دعوت دی، باپ نے نہ صرف گھر سے نکال دیا بلکہ قتل کی دھمکی بھی دی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰٓاِبْرٰهِیْمُ ج لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّکَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا﴾

ترجمہ: ''باپ نے کہا اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھر مار مار کر ہلاک کر دوں گا۔ میرے گھر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نکل جا۔'' (سورۃ مریم، آیت نمبر 46)

کلمہ توحید کو ماننے اور نہ ماننے سے باپ بیٹوں کے نہ صرف راستے جدا ہو گئے بلکہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن بھی بن گئے۔

سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا۔ ایک طرف آپ ﷺ کا انتہائی ہمدرد اور خیر خواہ چچا ابو طالب ہم نسل، ہم وطن، ہم زبان، اور ہم رنگ ہونے کے باوجود کلمہ توحید کا انکار کر کے کفار کے گروہ کا فرد قرار پایا۔ وسری طرف ایک ایسا شخص جس کا نہ آپ ﷺ کی نسل سے نہ وطن سے نہ زبان سے نہ رنگ سے تعلق۔ ہزاروں میل کا سفر طے کر کے حاضر ہوا کلمہ توحید کا قرار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''سلمان (فارسی) تو ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔''

دراصل عقیدہ توحید، اقرار اور انکار کرنے والوں کو دو ایسے مستقل گروہوں یا قوموں میں تقسیم کر دیتا ہے جن کے عقائد، نظریات، طرز معاشرت، تہذیب وتمدن اور کلچر ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور جدا ہوتے ہیں

جن کا آپس میں مل جل کر رہنا ناممکن ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عہد نبوی ﷺ میں تین چار سال کی مختصر سی مدت میں عقائد، نظریات اور طرز معاشرت کا یہ باہمی اختلاف ...... بیزاری، نفرت اور دشمنی کی اس حد تک پہنچ گیا کہ مسلمانوں کو مستقل طور پر مدینہ منورہ کو دارالہجرت بنانا پڑا۔ کلمہ توحید کی بنیاد پر کفار کے ساتھ دشمنی، نفرت، بیزاری اور بالآخر قطع تعلقی اور علیحدگی کو ہی شرعی اصطلاح میں البراء کہا گیا ہے۔ مکہ مکرمہ سے اہل ایمان کا ہجرت کرنا البراء کا تقاضا تھا جبکہ مدینہ منورہ میں انصار کا مہاجرین سے محبت کرنا، ان کی مدد کرنا اور ان کو جگہ مہیا کرنا الولاء کا تقاضا تھا۔

تقسیم ہند کی بنیاد بھی کلمہ توحید ہی تھی۔ اسوقت مسلم لیگ کی قیادت نے مسلمانوں کو یہ عام فہم نعرہ دیا ''پاکستان کا مطلب کیا...... لا الہ الا اللہ'' جو تمام مسلمانوں کے دلوں میں فوراً گھر کر گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے لئے یہ کوئی نیا عقیدہ یا نیا تصور نہیں نہیں تھا بلکہ مسلمان تو پہلے ہی اس عقیدے کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کر رہے تھے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کا اپنے وطن، اپنی جائیدادیں اور اپنے اعزہ واقارب کو چھوڑنا اور ہجرت کے بے پناہ مصائب وآلام برداشت کرنا محض عقیدہ توحید کی خاطر تھا اور عقیدہ البراء کا تقاضا بھی یہی تھا۔ پاکستان کی سرزمین پر مہاجرین کی نصرت کرنا، انہیں جگہ مہیا کرنا، ان کے دکھ درد میں شریک ہونا بھی اسی عقیدہ توحید کی خاطر تھا اور عقیدہ الولاء کا تقاضا بھی یہی تھا۔

اسی عقیدہ الولاء والبراء کو تخلیق پاکستان کے وقت ''دوقومی نظریہ'' کا نام دیا گیا۔ پس حقیقت یہ ہے کہ دوقومی نظریہ کا خالق کوئی آدمی نہیں بلکہ خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے خالق ہیں، حکیم الامت علامہ اقبالؒ اور محمد علی جناحؒ دوقومی نظریہ (یا عقیدہ الولاء والبراء) کے بہترین وکیل تھے جنہوں نے سیاسی پلیٹ فارم پر پوری دنیا سے یہ تسلیم کروالیا کہ مسلمان اور کافر دو الگ الگ قومیں ہیں، جن کا نظریہ حیات، مقصد حیات، طرز معاشرت اور تہذیب وتمدن ایک دوسرے سے بالکل جدا ہے، لہٰذا دونوں قوموں کا آپس میں اکھٹا اور مل کر رہنا ناممکن ہے...... پاکستان'' معرض وجود میں آ گیا، لیکن یہ تاریخ پاکستان کا المیہ ہے کہ آج تک وطن عزیز کو ایسی قیادت میسر نہیں آسکی جو اس کی بنیاد ''کلمہ توحید'' کے تقاضے پورے کرتی تاہم اتنا ضرور رہا کہ کسی بھی سابقہ حکومت کو پاکستان کی نظریاتی اساس ''دوقومی نظریہ'' سے انحراف کی جراءت نہ ہوئی یہ ''اعزاز'' موجودہ حکومت کو حاصل

ہے کہ پہلے وزیراعظم صاحب نے ہندوستان سے دوستی کے نشے میں سرشار ہوکر فرمایا ''دوقومی نظریہ، اب ایک قومی نظریہ بن چکا ہے۔''[3] اس کے بعد وزیرخارجہ نے فرمایا ''پاکستان اور بھارت کے درمیان کوئی نظریاتی اختلاف نہیں اگر کوئی اختلاف ہے تو وہ صرف مسئلہ کشمیر ہے۔''[4] پھر صدر پاکستان نے بھارتی جریدے ''انڈیا ٹوڈے'' کے زیراہتمام سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے یہ پیش کش فرمائی ''بھارت اور پاکستان سمیت پورے جنوبی ایشیاء میں مشترکہ تعلیمی نصاب تشکیل دینے کی تجویز پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں۔''[5] اس بیان کے صرف چند دن بعد وزیرتعلیم کا یہ بیان اخبارات میں شائع ہوا ''تعلیمی نصاب سے بھارت کے خلاف نفرت پھیلانے والے مواد کو نکالنے کے لئے کمیٹی تشکیل دے دی گئی ہے۔[6]

**1971**ء میں سقوط ڈھاکہ کے موقع پر وزیراعظم ہند اندرا گاندھی نے کہا تھا کہ ہم نے دوقومی نظریہ کو خلیج بنگال میں ڈبو دیا ہے۔ اس کے بعد اس کی بہو سونیا گاندھی بھی اپنے تئیں دوقومی نظریہ کو پاش پاش کر چکی ہے ۔اپنے ایک خطاب میں اس نے کہا تھا کہ برصغیر پاک و ہند کو مذہبی جنونیوں نے اپنے مقاصد کے لئے دوحصوں میں تقسیم کیا تھا مگر آج حقائق گواہ ہیں کہ ہم نے پاکستان میں اپنی ثقافت متعارف کروا کر دوقومی نظریئے کو پاش پاش کر دیا ہے۔[7]

بدقسمتی سے آج وطن عزیز کے اپنے حکمران بھی عملاً یہی خدمت سرانجام دیتے نظر آرہے ہیں لیکن نادان حکمران یہ نہیں جانتے کہ دوقومی نظریہ کسی انسان کا تخلیق کیا ہوا نظریہ نہیں بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ،اس کے خالق ہیں۔ کسی کافر یا کسی مرتد کا ارتداد کسی منافق کا نفاق اسے ختم نہیں کرسکتا۔ دوقومی نظریہ ایک ایسی ٹھوس حقیقت ہے جو اپنا وجود خود منوانے کی اپنے اندر زبردست قوت رکھتی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

① مسلمان صرف اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان رکھتے ہیں اور صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں ۔ یہودی حضرت عزیز علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا سمجھ کر اس کی الوہیت میں شریک سمجھتے ہیں جبکہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شریک سمجھتے ہیں ، ہندو اپنی قوم کی عظیم شخصیتوں کے بت بنا کر

انہیں پوجتے ہیں ،اس کے علاوہ گائے ،گائے کا مکھن ،گائے کا دودھ ،گائے کا پیشاب ،گائے کا گوبر،تمام چیزوں کی پوجا کرتے ہیں ،بندر،بیل،آگ ۔پیپل،ہاتھی ،سانپ ،چوہا،سؤ راور جوتے بھی ان کے معبودوں میں شامل ہیں ۔شیومہاراج کی پوجااس کے مردانہ عضوتناسل کی پوجا کر کے کی جاتی ہےاور شکتی دیوی کی اس کے زنانہ عضوتناسل کی پرستش کرکے کی جاتی ہے،بدھ مت کے پیروکار گوتم بدھ کے مجسموں اورمورتیوں کی پوجا کرتے ہیں،جین مت کے پیروکار،مہاویر کے مجسموں اورمورتیوں کے علاوہ سورج ،چاند،ستاروں،حجر،دریا ،سمندر،آگ اورہوا کی بھی پرستش کرتے ہیں ۔کیا مسلمانوں اورکافروں کاعقیدہ اورنظریہ ایک جیسا ہے؟

۔ مسلمانوں کی شریعت میں بعض رشتوں کے درمیان نکاح حرام ہیں،جن میں والدہ،دادی،نانی،بیٹی،پوتی ،نواسی ،بہن،پھوپھی،خالہ،بھتیجی،بھانجی،ساس،بہواور رضاعی ماں بہن بھی شامل ہیں جبکہ مغرب میں حرام رشتوں کا کوئی تصور ہی نہیں ۔نئی نسل میں اکثریت ایسے بچوں کی ہے جنہیں اپنے باپ کا علم ہی نہیں ہوتا۔ ہندو مذہب میں رشتوں کی حرمت کا اندازہ درج ذیل دوخبروں سے لگایا جاسکتا ہے۔

I- ایک 25 سالہ ہندونے اپنی 80 سالہ دادی کے ساتھ شادی کرلی ہے۔25 سالہ شوہر کا کہنا ہے اب میں اپنی بیوی کی اچھی طرح دیکھ بھال کرسکوں گا اور 80 سالہ بیوی کا کہنا ہے کہ میں بہت خوش ہوں میں خوداس کو پال پوس کر بڑا کیا ہے ۔خبر کے مطابق میاں بیوی کے خاندان نے اس شادی کوتسلیم کرلیا ہے۔[8]

II- ہندوستانی نوجوان بیک وقت دوحقیقی بہنوں سے شادی کرے گا۔[9]

غورفرمایئے! کیا مسلمانوں کااور کفار کاطرز معاشرت اورتہذیب وتمدن ایک ہی ہے؟

۔مسلمانوں کی شریعت میں مرد بیک وقت چار شادیاں کرسکتا ہےلیکن عورت بیک وقت ایک شادی کرسکتی ہے جبکہ کفار کی تہذیب میں مردکئی گرل فرینڈ بناسکتا ہےاورعورت بھی کئی بوائے فرینڈ بناسکتی ہے۔مسلمانوں کی شریعت میں صرف مرد کوطلاق کا حق حاصل ہے(عورت خلع حاصل کرسکتی ہے ) جبکہ کفار کی تہذیب میں عورت بھی مردکوطلاق دے سکتی ہے۔

مسلمانوں کی شریعت میں عورت کے لئے بے حجابی، برہنگی، نمائش جسم اور مرد وعورت کا آزادانہ میل جول حرام ہے جبکہ کفار کی تہذیب میں آزادی نسواں کے تحت یہ سب کچھ جائز ہے۔

مسلمانوں کی شریعت میں ہم جنس پرستی حرام ہے جبکہ کفار کی تہذیب میں یہ قانوناً جائز ہے۔ مسلمانوں کی شریعت میں اسقاط حمل اور منصوبہ بندی حرام ہے جبکہ کفار کی تہذیب میں یہ آزادی نسواں کے لئے ضروری ہے۔

مسلمانوں کی شریعت میں حدود وقوانین غیر متبدل ہیں اور ان کی تنفیذ اسلامی ریاست پر اسی طرح فرض ہے جس طرح نظام صلوٰۃ اور نظام زکوٰۃ نافذ کرنا فرض ہے جبکہ کفار کے نزدیک یہ غیر مہذب سزائیں ہیں۔ کیا دونوں قوموں کا تعلیمی نصاب ایک ہوسکتا ہے۔

- مسلمانوں کے لئے خنزیر کا گوشت، خون اور شراب حرام ہیں جبکہ کفار کے لئے یہ چیزیں مرغوب ہی نہیں بلکہ زندگی کا جزو لاینفک ہیں۔ کیا دونوں قوموں کا نظریہ ایک سا ہے؟

- مسلمانوں کے لئے جمعۃ المبارک تمام دنوں سے افضل ہے، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ بھی خوشی کے ایام ہیں۔ لیلۃ القدر، عشرہ ذوالحجہ (یکم تا 10 ذوالحجہ)، یوم عرفہ اور یوم عاشورہ گناہوں کی مغفرت کے لئے افضل دنوں میں شمار ہوتے ہیں جبکہ کفار کے لئے ویلنٹائن ڈے (14 فروری)، کرسمس ڈے (25 دسمبر)، اپریل فول (یکم اپریل)، یوم مئی (یکم مئی) نیو ایئر نائٹ (31 دسمبر)، بسنت (فروری کے پہلے تین ہفتے) اور ہولی (مارچ کا پہلا ہفتہ) خوشی کے دن ہیں، کیا دونوں قوموں کی تہذیب اور کلچر ایک ہی ہے۔

- مسلمان ''اللہ'' اور ''محمد'' کے ناموں کے ساتھ اپنے نام رکھتے ہیں یا صحابہ کرام اور صحابیات کے نام پر اپنے نام رکھنا پسند کرتے ہیں جبکہ کفار اپنے معبودوں یا اپنے آباؤ اجداد کے نام پر نام رکھنا پسند کرتے ہیں۔ مثلاً رچرڈ، ڈینی، دلیپ، ششی، منوہر اور سنگھ وغیرہ۔ کیا یہ سب ایک ہی عقیدہ ایک ہی تہذیب اور ایک ہی طرز معاشرت ہے؟

جیسا اس سے پہلے ہم عرض کر چکے ہیں کہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان عقائد، نظریات، طرز معاشرت اور تہذیب وتمدن کا یہ فرق کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے۔ لہٰذا ہم یہاں قرآن

مجید سے چند آیات مثال کے طور پر پیش کر رہے ہیں:

- ﴿مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ط هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ سورۃ ہود، آیت نمبر 24)

ترجمہ: ''دو فریقوں (یعنی کافروں اور مسلمانوں) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو، دوسرا دیکھنے والا اور سننے والا ہو، کیا یہ دونوں برابر ہیں، تم غور نہیں کرتے؟''

- ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ط وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾

ترجمہ: ''وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، ان کے لئے شدید عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے، نیک عمل کئے ان کے لئے مغفرت اور اجر کبیر ہے۔'' (سورۃ فاطر، آیت نمبر 7)

- ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ، مَا لَكُمْ وقفه كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾

ترجمہ: ''کیا ہم مسلمانوں کو (قیامت کے روز) کافروں کے برابر کر دیں گے؟ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے تم لوگ کیسے فیصلے کرتے ہو؟'' (سورۃ القلم، آیت نمبر 35-36)

- سورۃ الحج میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ز فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ط يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ﴾

ترجمہ: ''یہ دو گروہ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا (کہ رب ایک ہے یا زائد؟) پس جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے آگ کے کپڑے کاٹے جا چکے ہیں ان کے سروں پر (جہنم میں) کھولتا پانی ڈالا جائے گا۔'' (سورۃ الحج، آیت نمبر 19)

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

الْاَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ط وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴾

ترجمہ:''(دوسرا گروہ وہ ہے) جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے ان کو اللہ جنت میں داخل فرمائے گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہاں وہ سونے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے اوران کا لباس حریر کا ہوگا۔''(سورۃ الحج، آیت نمبر 23)

۔﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ط وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْآ اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ج اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ ضَعِيْفًا ﴾

ترجمہ:''جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پس شیطان کے دوستوں سے لڑو، بے شک شیطان کی تدبیر کمزور ہے''۔

مذکورہ بالا آیات سے دو گروہوں کا الگ الگ عقیدہ، الگ الگ طرز زندگی اور الگ الگ انجام صاف نظر آرہا ہے، لہٰذا ہمیں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ دو قومی نظریہ کا انکار دراصل اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار ہے۔ پس جو لوگ قرآن مجید کی واضح آیات آجانے کے باوجود دو قومی نظریہ کا انکار کرتے ہیں ان کا معاملہ یقیناً ان لوگوں جیسا ہے جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾ ترجمہ: ''حقیقت یہ ہے کہ ان کی آنکھیں اندھی نہیں بلکہ وہ دل اندھے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں۔''(سورۃ الحج، آیت نمبر 46)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو دل کے اندھے پن سے محفوظ رکھیں۔ آمین!

## اقتصادی مقاطعہ...... براءت کا اہم ترین تقاضا:

اسلام دشمن کفار سے محض زبانی اظہار بیزاری یا اظہار نفرت ہی کافی نہیں بلکہ ہر وہ عملی صورت اختیار کرنی واجب ہے جس سے کفار شکست سے دوچار ہوں اوران سے مسلمانوں پر ظلم کا انتقام لیا جا سکے ارشاد باری تعالیٰ

ہے﴿وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلاً اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ''کفار کو جو بات ناگوار ہے اس پر وہ (یعنی مسلمان) جو بھی قدم اٹھائیں اور دشمن سے انتقام لیں تو اس کے بدلے ان کے حق میں ایک نیک عمل لکھا جائے گا بے شک اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کا عمل ضائع نہیں کرتے۔'' (سورہ التوبہ، آیت نمبر **120**)

آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہے کہ مسلمانوں پر ظلم کرنے والے کفار سے انتقام کی نیت سے کیا گیا چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب کا باعث بنے گا۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: (( جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ )) یعنی ''مشرکین کے خلاف اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں سے جہاد کرو۔'' (ابوداؤد)

حدیث شریف میں مسلمانوں کو سب سے پہلے اپنے مالوں سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے مال کے ساتھ جہاد کرنے کا مطلب صرف یہی نہیں کہ مجاہدین کو جہاد کے لئے اپنے مال مہیا کئے جائیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کفار کو اپنے مالوں سے فائدہ نہ اٹھانے دیا جائے ان سے معاشی مقاطعہ کیا جائے ان کی اقتصادیات کو خسارہ سے دوچار کر کے ان کی کمر توڑی جائے اور یہی مفہوم ہے اس ارشاد نبوی ﷺ کا ((مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ)) ''جس نے اللہ کے لئے محبت کی اللہ کے لئے دشمنی کی اللہ کے لئے اپنا مال دیا اور اللہ کے لئے روک لیا اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔'' (ابوداؤد)

نبوت کے ساتویں سال تمام مشرکین مکہ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف معاشی مقاطعہ کا معاہدہ طے کیا تمام مسلمان شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے غلہ اور سامان خورد و نوش کی آمد بند ہو گئی محصورین کی یہ حالت ہو گئی کہ درختوں کے پتے اور چمڑا تک کھانا پڑا بھوک سے بلکتے ہوئے اور روتے ہوئے بچوں اور عورتوں کی آوازیں گھاٹی سے باہر تک سنائی دیتیں اگر محصورین بیرونی تاجروں سے کوئی چیز خریدنا چاہتے تو مشرکین مکہ تاجروں سے خورد و نوش کی چیزیں اتنی مہنگے داموں خریدنے کے لئے تیار ہو جاتے کہ محصورین کے لئے معمولی سی چیز خریدنا مشکل ہو جاتا مشرکین کا عزم یہ تھا کہ جب تک بنو ہاشم اور بنو عبد مطلب محمد ﷺ کو قتل

کرنے کے لئے ہمارے حوالے نہیں کرتے اس وقت تک معاشی مقاطعہ جاری رہے گا اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے مسلسل تین سال کی صعوبتیں اور تکلیفیں جھیلنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین میں سے چند ایسے افراد کھڑے کر دیئے جن کی تحریک پر یہ ظالمانہ معاہدہ ختم کر دیا گیا۔

آج بھی کفار مسلمانوں سے اپنے مطالبات منوانے کے لئے جب چاہتے ہیں ان پر معاشی پابندیاں عائد کر دیتے ہیں۔ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے والے کفار کا معاشی مقاطعہ نہ کیا جائے؟

غزوہ طائف (8ھ) کے موقع پر جب محاصرہ توقع سے زیادہ طویل ہو گیا تو خود رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انگوروں کے درخت کاٹنے کا حکم دیا جو اہل طائف کی معیشت کا سب سے بڑا ذریعہ تھے جب اہل طائف نے انگوروں کے درخت کٹتے دیکھے تو رسول اکرم ﷺ سے اللہ اور قرابت کا واسطہ دے کر گزارش کی کہ درختوں کو نہ کاٹیں آپ ﷺ نے اللہ کی خاطر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درخت کاٹنے سے منع فر دیا۔

(6ھ) حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ ایمان لائے حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو حنیفہ کے سردار اور یمامہ کے حکمران تھے ان کا علاقہ گندم کی پیداوار کے لئے بڑا زرخیز تھا جہاں سے اہل مکہ گندم حاصل کرتے تھے حضرت ثمامہ بن رضی اللہ عنہ ایمان لانے کے بعد فوراً عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ میں روانہ ہو گئے بلند آواز میں تلبیہ کہتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے تو مشرکین مکہ میں کہرام مچ گیا تلواریں میان سے باہر نکل آئیں لیکن کچھ لوگوں نے حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا اور خود ہی آگے بڑھ کر معامہ رفع دفع کر دیا اور پوچھا ''ثمامہ رضی اللہ عنہ! تجھے کیا ہوا؟ کیا تم نے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے، بے دین ہو گئے ہو؟'' حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے سینہ تان کر جواب دیا ''بے دین نہیں ہوا تمہارے دین سے بہتر دین اختیار کیا ہے، رب کعبہ کی قسم! آئندہ سرزمین یمامہ سے اس وقت تک تمہارے لئے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا جب تک تم لوگ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اختیار نہیں کرتے حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کے اس معاشی مقاطعہ کے بعد قریش کا عرصہ حیات تنگ ہونے لگا، مہنگائی بڑھ گئی، بھوک عام ہو گئی، مصائب اور مشکلات میں اضافہ ہو گیا اور اس

بات کا اندیشہ ہونے لاحق ہونے لگا کہ بچے بھوک سے ہلاک ہوجائیں گے حضرت ثمامہ کے اس معاشی مقاطعہ کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا چند ہی مہینوں میں مشرکین مکہ نے گھٹنے ٹیک دیئے اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا ''ہمیں آپ ﷺ سے صلہ رحمی کی توقع تھی اور امید تھی کہ آپ دوسروں کو صلہ رحمی کی تلقین کریں گے لیکن آپ ﷺ نے قطع رحمی کی مثال قائم کی ہمارے آباؤ اجداد کو تہہ تیغ کیا اور اولادوں کو بھوک سے مار دیا ۔ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے ہماری اقتصادی امداد بند کردی ہے ازراہ کرم اسے حکم دیں کے وہ ہماری اقتصادی امداد بحال کرے اور اشیائے خوردونوش بھیجنی شروع کردے'' آپ ﷺ نے صلہ رحمی فرماتے ہوئے حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو قریش مکہ کی اقتصادی امداد بحال کرے کا حکم دیا اور انہوں نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے امداد بحال کردی۔

حقیقت یہ ہے کہ معاشی مقاطعہ جہاد فی سبیل اللہ ہی کا حصہ ہے اور دشمن کی جنگی قوت کو ختم کرنے کا بہترین ہتھیار ہے کیا یہ واقعہ نہیں کہ آدھی دنیا پر حکومت کرنے والی ''سویت یونین'' معاشی اور اقتصادی تباہی کی وجہ سے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہوئی اور اس کی بے پناہ عسکری قوت ،اسلحہ کے ڈھیر اور لاؤ لشکر اسے شکست سے نہ بچا سکے ،اور اس بات میں قطعاً کوئی مبالغہ آرائی یا تعلیٰ نہیں کہ آئندہ چند سالوں میں ریاستہائے متحدہ امریکہ بھی اپنی معاشی اور اقتصادی بربادی کی وجہ سے اس انجام سے دوچار ہونے والا ہے جس انجام سے سویت یونین دوچار ہو چکا ہے۔ان شاءاللہ!

اسلام دشمن کفار سے معاشی مقاطعہ کے بارے میں عام طور پر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ بین الاقوامی تجارت کا تعلق تو حکومتوں کے ساتھ ہے لہٰذا یہ تو حکومت کے کرنے کا کام ہے ایک عام آدمی اگر کوئی کردار ادا کرنا چاہے بھی تو کیا کرسکتا ہے؟

اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ بعض معاملات کا تعلق واقعی بین الاقوامی معاہدات سے ہوتا ہے جن کی پابندی کرنا حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے ایسے معاملات میں عام آدمی بلاشبہ بے بس ہوتا ہے اور یہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ بین الاقوامی معاہدات طے کرتے وقت عقیدہ الولاء والبراء کے تقاضے پورے کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بیشتر بیرونی تجارت ملک کے چھوٹے بڑے سرمایہ داروں کی اپنی صوابدید پر ہوتی

ہے جس میں وہ حکومتی معاہدوں کے پابندنہیں ہوتے ایسی صورت میں سرمایہ داروں سے مل کرانہیں اسلام اور ایمان کے حوالے سے اس بات پر آمادہ کرنا چاہئے کہ مسلمانوں سے برسر جنگ کافروں کے ساتھ معاشی مقاطعہ محض ایک جذباتی فیصلہ نہیں بلکہ ہمارے عقیدہ الولاء والبراء کا عین تقاضا ہےاور کفار کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ ہی ایک شکل ہے ہمیں امید ہے کہ وطن عزیز میں ہر سطح پر اور ہر طبقہ میں ایس غیرت مند مسلمان موجود ہیں جو دین کی خاطر دنیاوی مفادات کو قربان کرنے کے جذبہ رکھتے ہیں ایسے حضرات سے رابطہ کرنے پر یقیناً مفید نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

تیسری اوراہم ترین بات یہ کہ فرد واحد کے معاشی مقاطعہ سے کسی قسم کا فرق نہ پڑنے کا تصور سراسر شیطانی وسوسہ ہے ہمارے خیال میں مذکورہ دونوں صورتوں کی نسبت یہ تیسری صورت سب سے زیادہ موثر اور قابل عمل ہے جس کا واضح ثبوت عرب مما لک میں کیا گیا سروے ہے عرب مما لک میں علماء کرام اور مختلف اسلامی تنظیموں کی اپیل پر یہود ونصاریٰ ( خصوصاً امریکہ، اسرائیل ، برطانیہ ) کے مال تجارت کا مقاطعہ کرنے کے بارے میں جواعداد وشمار شائع ہوئے ہیں وہ بہت ہی حوصلہ افزا ہیں مصر میں عوام الناس کے معاشی مقاطعہ کے نتیجہ میں مذکورہ مما لک کی بعض اشیاء کی فروخت میں 80 فیصد کمی آئی ہے جس کی وجہ سے کمپنیوں کو اپنی بعض برانچیں تک بند کرنی پڑی ہیں۔ برطانوی کمپنی سیسبری کے منیجر نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ شاید مستقبل میں ہمیں مصر سے اپنا کاروبار سمیٹنا پڑے ابوظہبی میں امریکی اشیاء کی فروخت میں 50 فیصد کمی آئی ہے سب سے زیادہ ''فاسٹ فوڈ'' مہیا کرنے والی کمپنی کو ہوا ہے جن کی فروخت صرف 33 فیصد رہ گی ہے امریکہ سے سعودی عرب امپورٹ ہونے والی اشیاء میں 33 فیصد کمی آئی ہے جو اب 43 فیصدت پہنچ چکی ہے مسقط میں کنتا کی کمپنی کے منیجر نے بتایا ہے کہ ان کی فروخت پہلے کی نسبت 45 فیصد کم ہوگئی ہے جبکہ میکڈ ونلڈ کمپنی کے منیجر نے اعتراف کیا ہے کہ ان کی فروخت 65 فیسد کم ہوگئی ہے۔[10] سعودی عرب میں گزشتہ دوتین سال کے دوران میکڈونلڈ کمپنی کی اشیاءفروخت میں 60 سے 70 فیصد تک کمی آئی ہے۔

مذکورہ اعداد شمار سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عوام کے اندر اگرکسی بات کا ٹھیک شعور پیدا کردیا

جائے تو حیرت انگیز نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔حکیم الامت، علامہ اقبال رحمہ اللہ کی یہ بات غلط نہیں ہے۔

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

اسلام دشمن کفار کے ساتھ معاشی مقاطعہ کی اہمیت کا ایک اور پہلو سے جائزہ لینا بھی ضروری ہے آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ''قیامت کے روز انسان کے قدم اس وقت تک نہیں ہٹنے دیئے جائیں گے جب تک پانچ باتوں کا جواب نہ دے لے عمر کس کام میں گزاری۔جوانی کا عرصہ کس شغل میں بسر کیا؟۔مال کہاں سے کمایا؟۔مال کہاں پر خرچ کیا؟ ■ اپنے علم کے مطابق کہاں تک عمل کیا؟(ترمذی)

اسلام میں مال کا تصور یہ ہے کہ تمام اموال کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور بندوں کو یہ امانت کے طور پر دیا گیا ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسے خرچ کریں 11 اس لئے قیامت کے روز ایک ایک پائی کے بارے میں ہر ایک سے فرداً فرداً سوال کیا جائے گا کہ اس نے پیسہ کہاں خرچ کیا؟ پس اگر ہم ایک روپیہ بھی اسلام دشمن کفار کی مصنوعات خریدنے پر خرچ کرتے ہیں تو قیامت کے روز اس کا بھی ہمیں جواب دینا پڑے گا پس جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ آخرت کی اس جواب دہی کو نظر انداز کیسے کر سکتے ہیں؟

آخر میں ہم معاشی مقاطعہ کے حوالے سے چند امور کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

- حرام اشیاء نیز حرام اشیاء کی آمیزش والی تمام اشیاء کی نہ صرف خریداری حرام ہے بلکہ ان کی فروخت بھی حرام ہے خواہ اسے تیار کرنے والی کمپنی اسلام دشمن کفار کی ہو یا بے ضرر کفار کی یا کسی نام نہاد مسلمان کی۔

یاد رہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید چار چیزوں کو واضح طور پر حرام قرار دیا ہے۔مردار۔خون۔خنزیر(اہل علم نے اس سے خنزیر کی تمام اشیاء ہڈی، چربی، آنت، وغیرہ مراد لی ہیں)اور ○ ہر وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے کفار کے نزدیک یہ ساری چیزیں جائز اور حلال ہیں ان کے استعمال کی اکثر و بیشتر اشیاء میں خون اور سور کے گوشت یا چربی یا ہڈی یا آنتوں کا استعمال ہوتا ہے لہٰذا ایسی اشیاء خریدنے یا ان کی تجارت کرنے کی اجازت نہ عقیدہ البراء دیتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کا قانون حلال وحرام۔جو مسلمان ایسا کرے گا وہ اپنے سر دُہرا وبال لے گا اور

قیامت کے روز دُہری سزا پائے گا۔

- اسلام دشمن کفار کی وہ مصنوعات جو بذات خود حلال اور طیب ہیں مثلاً فاسٹ فوڈ وغیرہ اور ان کی متبادل مسلمان کمپنیوں کی اشیاء مارکیٹ میں دستیاب ہیں، ان کا معاشی مقاطعہ کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔

- غیر مسلم کمپنیوں کی ایسی مصنوعات جو بذات خود حلال اور طیب ہوں لیکن ان کی جگہ مسلم کمپنیوں کی تیار کردہ متبادل مصنوعات موجود نہ ہوں ایسی اشیاء اسلام دشمن کفار کے بجائے بے ضرر کفار کی کمپنیوں سے مجبوری اور کراہت کے ساتھ خریدنے میں انشاء اللہ حرج نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب!

- ایسی مصنوعات جن کا حلال یا حرام سے تعلق نہیں مثلاً سائنسی ایجادات اور ٹیکنالوجی وغیرہ ایسی مصنوعات میں بھی اسلام دشمن کفار کے بجائے بے ضرر کفار سے لین دین کرنے کی رخصت ہے اگرچہ مطلوب یہ ہے کہ ان چیزوں میں بھی مسلمان خود کفیل ہوں۔

اس وضاحت کے ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ کفار کی مصنوعات، خواہ ان کا تعلق روزمرہ استعمال کی اشیاء سے ہو یا سائنس اور ٹیکنالوجی سے، ان کا متبادل تیار کرنا بھی مسلمانوں پر واجب ہے ملک کے اندر وسائل بھی موجود ہوں اور ذہین افراد کی کمی نہ ہو اس کے باوجود محض کھانے پینے کی اشیاء اور دیگر بے شمار روزمرہ کے استعمال کی اشیاء کے لئے مسلمانوں کی کثیر دولت یہود وہنود کے ہاتھوں میں چلی جائے، جو مسلمانوں کو ہی تباہ وبرباد کرنے پر خرچ ہوتی ہے، یہ بات تو کسی المیہ سے کم نہیں۔ معاشی مقاطعہ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو اس بات کی فکر بھی کرنی چاہئے کہ کفار کی جن مصنوعات کا متبادل نہیں ان کا متبادل کیا جائے تاکہ مسلمان عوام کی دولت مسلمان تاجروں کے ہاتھوں میں ہی رہے اس نیت سے مصنوعات کی تیاری بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں باعث اجر وثواب کا باعث ہوگی۔ انشاء اللہ!

## اَلْوَلَاءِ وَالْبَرَاءِ ہی نجات کی راہ ہے:

واقعات اور حالات نے اب یہ بات صدفی صد ثابت کردی ہے کہ تین چار سال قبل مغرب سے اٹھنے والا

آتش و آہن کا طوفان صرف اور صرف اسلام کے خلاف تھا اور اس کا مقصد پوری دنیا میں مسلمانوں کو مغلوب کرنا اور بالآخر مسلمان ممالک میں اپنی بے خدا تہذیب کو مسلط کرنا تھا چند حقائق پیش خدمت ہیں۔

- **11** ستمبر **2001**ء کے حادثہ کے فوراً بعد امریکی صدر بش نے خطاب کرتے ہوئے واضح الفاظ میں کہا تھا ''دہشت گردوں کے خلاف ہم نے طویل صلیبی جنگ شروع کردی ہے''[12] اگرچہ اس وقت مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہا گیا کہ یہ زبان کی لغزش تھی لیکن بعد کے حالات نے ثابت کردیا کہ یہ زبان کی لغزش نہیں تھی بلکہ حقیقت تھی۔

- امریکی وزیر خارجہ کولن پاول نے تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے تین سال بعد پھر واضح الفاظ میں یہ اعتراف کیا ہے کہ ''ان کے ملک نے افغانستان میں صلیبی جنگ شروع کی تھی۔''[13]

- بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے امریکی صدر بش نے کہا ہے ''غیر ملکی مجاہدین عراق میں اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں ہم ان کا تعاقب جاری رکھیں گے۔

- ''ایران کو ایٹم بم نہیں بنانے دیں گے عالمی برادری کے لئے ایران کا ایٹمی پروگرام سنگین چیلنج ہے۔'' امریکی محکمہ خارجہ کے ترجمان کا بیان۔[14]

- امریکی و برطانوی افواج نے عراقی مساجد میں جہاد کے بارے میں قرآنی آیات کی تلاوت، ترجمہ اور تشریح پر پابندی لگادی ہے۔[15]

- ''دنیا سے دہشت گردی ختم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ مسلمانوں کی کتاب ''قرآن'' کو ختم کردیا جائے۔'' ہفت روزہ نیوز ویک کی ہرزہ سرائی۔[16]

- امریکی صدر بش کی تقاریر تحریر کرنے والا اور امریکی خارجہ پالیسی کا معمار یوڈ فروم اور امریکی سیکورٹی پالیسی کے جزولاینفک رچرڈ پرل نے اپنی نئی کتاب ''**AN END TO EVIL**'' یعنی ''شیطانیت کا خاتمہ'' میں اسلام کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے ''دہشت گرد اسلام کی کوئی سرحد نہیں یہ انڈونیشیا سے انڈیانا تک پھیلا ہوا ہے یہ ہماری اقدار اور تہذیب کا دشمن ہے اسے نہ روکا گیا تو پھر ایک

دن ہم سب ان (مسلمانوں) کے ہاتھوں میں کھلونا ہوں گے دہشت گردی کی وجوہات فلسطین یا کشمیر میں نہیں خود مذہب اسلام میں موجود ہیں جب تک یہ مذہب زندہ ہے ہم محفوظ نہیں۔ 17

امریکہ اور یورپ میں آئے روز مساجد اور اسلامی مراکز پر حملے، ائمہ مساجد کی گرفتاریاں، اسلامی فلاحی تنظیموں پر پابندیاں، اسکارف پہننے والی طالبات کا اسکولوں سے اخراج، اور خواتین کی ملازمتوں سے بے دخلی، فرانس، جرمنی، بیلجیم اور دوسرے یورپی ممالک میں حجاب کے خلاف آئین سازی گوانتاناموبے کے عقوبت خانوں میں مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم کے بعد عراق کیابوغُریب جیل میں بے گناہ مردوں، عورتوں اور جوان بچوں پر تاریخ انسانی کی بدترین سفاکی اور بربریت جسمانی وجنسی تشدد اور تعذیب آخر یہ سب کچھ اسلام دشمنی نہیں تو اور کیا ہے؟

دو اسلامی ممالک ......افغانستان اور عراق...... پر قبضہ کرنے کے بعد کفار کا سب سے بڑا ہدف سعودی عرب اور پاکستان ہیں۔ سعودی عرب اسلام کا سب سے بڑا مرکز ہونے کی وجہ سے اور پاکستان اسلامی دنیا کی واحد ایٹمی طاقت ہونے کی وجہ سے، ان دونوں اسلامی ممالک کے خلاف کفار کے جذبات کیسے ہیں اس کا اندازہ درج ذیل بیانات سے لگایا جاسکتا ہے۔

- ''سعودی عرب اور پاکستان میں اسلامی انتہاء پسندوں کو شکست دینا امریکہ کے لئے عراق اور افغانستان میں جنگ بند کرنے سے بھی بڑا اسٹریٹیجک چیلنج ہے'' امریکی جنرل ابی زید کا بیان۔ 18

- بش کے پہلے حریف جنرل ویزے کلارک نے نیوز ویک کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ''دہشت گردی کے خلاف جنگ جیتنے کے لئے عراق کے بجائے پاکستان اور سعودی عرب کے خلاف کاروائی کرنی چاہئے تھی پاکستان کے سارے دینی مدارس بند کروادینے چاہئے تھے اور سعودی عرب کو سیکولرازم قبول کرنے پر مجبور کرنا چاہئے تھا اگر دونوں ملک سیکولر نہیں بنتے تو ان کے خلاف فوجی کاروائی کرنی چاہئے تھی۔ 19

- پاکستان کے بارے میں برطانوی رکن پارلیمنٹ جان گیلولے کا یہ بیان بھی پڑھ لیجئے ''پاکستان کو کسی خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہئے پاکستان کی سب سے آخر میں باری صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ ایٹمی اور میزائلی

قوت ہے۔20

- امریکی صحافی رچ لاری نے مسلمانوں کو سبق سکھانے کے لئے مکہ مکرمہ پر ایٹم بم سے حملہ کرنے کی تجویز پیش کی ہے، امریکہ کے خلاف ایٹمی حملہ کی صورت میں زیادہ تر قارئین نے مکہ مکرمہ پر ایٹمی اسلحہ استعمال کرنے کی حمایت کی ہے۔21

نام نہاد دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے پاکستان کی تمام تر مخلصانہ بلکہ فدویانہ تعاون کے باوجود، پاکستان کے خلاف کفار کا غیض وغضب ٹھنڈا ہونے میں نہیں آرہا کسی خونخوار بھیڑیئے کی طرح پاکستان پر وہ اپنے دانت یوں کچکچا رہے ہیں گویا ان کا بس چلے تو پاکستان کو کچا چبا ڈالیں لیکن کسی ''غیبی قوت'' نے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ رکھے ہیں جس کی وجہ سے وہ ہمت نہیں کر پا رہے ایک طرف وہ اپنے مفادات کے حصول کے لئے مشرف حکومت کی خوشامدیں بھی کرتے ہیں اور ان کی درازیٔ عمر کی دعائیں بھی مانگتے ہیں22۔اور دوسری طرف دھونس اور دھمکیوں کے ساتھ مطالبات کی نت نئی فہرستیں تھماتے جا رہے ہیں۔ ہماری پسپائی کا شروع دن سے ہی یہ عالم ہے کہ ہمارے پاؤں کے نیچے زمین ہی نہ ہو اور ہم سطح آب پر چل رہے ہوں۔

سچی بات یہ ہے کہ 11 ستمبر کے بعد امریکہ کا حواری بن کر ہم نے اپنے لئے مشکلات اور مصائب کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر لیا آج ہم ایسی خطرناک بندگلی میں پہنچ چکے ہیں جہاں سے نجات کا دور دور تک کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ یہ دراصل سزا ہے عقیدہ الولاء والبراء سے انحراف کی۔ 11 ستمبر کے بعد اسلامی ملک افغانستان پر حملہ کرنے کے لئے کفار کو پاکستان کی فضائی حدود اور زمینی رابطوں کو استعمال کرنے کی اجازت دینا پاکستان کے بحری اور ہوائی اڈوں اور سرحدات کو استعمال کرنے کی اجازت دینا امریکہ کو انٹیلی جنس اور نقل وحرکت کے بارے میں معلومات فراہم کرنا، افغانستان سے سفارتی تعلقات منقطع کرنا، جنگ کے بعد مجاہدین کو گرفتار کر کے امریکہ کے حوالے کرنا، پاکستان کے اندر ایف بی آئی کو گھروں میں چھاپے مارنے کی اجازت دینا، کشمیری مجاہدین کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لینا، ان کے کیمپ اور دفاتر کو بند کر دینا، ان سے مالی تعاون کرنے والوں پر پابندیاں لگانا، قبائلی علاقوں میں برسوں سے رہائش پذیر مجاہدین کے گھروں پر بمباری کرنا، انہیں پناہ

دینے والے محبّ وطن قبائلیوں کے ساتھ ملک دشمنوں جیسا سلوک کرنا، یہ ساری باتیں عقیدہ الولاء والبراء کے خلاف ہیں۔ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے مسلمانوں کی مدد حمایت کرنے اور کفار سے قطع تعلق اور دشمنی کرنے کا حکم دیا تھا لیکن ہم نے اس کے بالکل برعکس طرز عمل اختیار کیا۔ کفار کی نصرت اور حمایت کی، مسلمانوں سے قطع تعلق اور دشمنی کا راستہ اختیار کیا جس کے نتیجہ میں آج ہم دن بدن نہیں بلکہ لمحہ بہ لمحہ مشکلات اور مصائب کی دلدل میں دھنستے چلے جارہے جارہے ہیں۔اس انتہائی مایوس کن صورت حال سے نجات کا راستہ صرف ایک ہی ہے کہ ہم عقیدہ الولاء والبراء کی طرف پلٹ آئیں۔مسلمانوں کی نصرت اور حمایت کا راستہ اختیار کریں ،کفار سے نفرت، بیزاری، قطع تعلق اور دشمنی کا واضح اور دوٹوک اعلان کریں۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ افغانستان پر قبضہ کرنے کے بعد عراق پر حملہ کرنے کے لئے بھی کفار کو مسلم ممالک نے ہی سہولتیں فراہم کیں۔مسلمانوں کے باہمی اختلاف، انتشار اور عدم تعاون نے ہی کفار کو آگے بڑھنے کا موقع دیا۔اگر مسلمان ممالک کی خارجہ پالیسیاں عقیدہ الـولاء والبراء پر استوار ہوتیں، تمام مسلمان ممالک کے درمیان اتحاد واتفاق کا جذبہ موجود ہوتا، تمام مسلم ممالک ایک دوسرے کے معاون ومددگار بنتے اور کفار کے مقابلے میں بنیان مرصوص ہوتے تو کفار کو مسلمانوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت بھی نہ ہوتی۔اب بھی عالمی سطح پر کفار کی دہشت گردی، درندگی اور سفاکی کو روکنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ تمام مسلمان ممالک عقیدہ الـولاء البـراء پر عمل کریں۔اگر مسلمان ممالک ایسا نہیں کریں گے تو ایک ایک کر کے اسی طرح پٹتے چلے جائیں گے جس طرح افغانستان اور عراق میں پٹ چکے ہیں۔

وطن عزیز پاکستان کے حکمرانوں کو کسی غلط فہمی میں رہنا چاہئے کہ وہ کفار کے مطالبات سر بسر تسلیم کرتے چلے جانے سے بچ جائیں گے۔کفار کے مطالبات کا سلسلہ اس وقت ت ختم نہیں ہوگا جب تک ان کے منصوبوں کے مطابق پورا عالم اسلام ان کا غلام اور محکوم نہیں بن جاتا اور تمام اسلامی ممالک پر ان کی شیطانی تہذیب اور کلچر مسلط نہیں کر دیا جاتا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾ ’’یہود ونصاریٰ تجھ سے اس وقت تک ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک تم ان کے مذہب کے تابع نہ ہوجاؤ۔‘‘ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 120)

کفار کے مطالبات کے حوالے سے تاریخ کا یہ عبرت آموز واقعہ بھی پڑھ لیجئے:

بعثت نبوی ﷺ کے پانچویں سال روم اور ایران میں جنگ شروع ہوئی جس کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے ﴿غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْ اَدْنَى الْاَرْضِ﴾ ''قریبی سرزمین میں رومی (ایرانیوں سے) مغلوب ہوگئے۔'' (سورۃ الروم، آیت نمبر 2-3) رومیوں کی شکست کے بعد یروشلم پر ایرانی جھنڈا لہرانے لگا، عیسائیوں کے سارے عبادت خانے مسمار کر دیئے گئے، ساٹھ ہزار بے گناہ عیسائیوں کا قتل عام ہوا، تیس ہزار مقتولوں کے سر سے شہنشاہ ایران کا محل سجایا گیا، رومیوں نے صلح کی درخواست کی تو شہنشاہ ایران نے پہلے ڈھائی لاکھ پونڈ سونا اور چاندی، ایک ہزار ریشمی تھان اور ایک ہزار گھوڑے طلب کئے، یہ مطالبہ پورا کیا گیا تو تیسرا مطالبہ یہ تھا کہ ہرقل زنجیروں میں جکڑا ہوا میرے تخت کے نیچے ہونا چاہئے اور آخری مطالبہ یہ تھا کہ جب تک شہنشاہ روم اپنے مصلوب خدا کو چھوڑ کر سورج دیوتا کے آگے سر نہیں جھکائے گا، میں صلح نہیں کروں گا۔ 23

**فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ!**



اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پروگرام کے مطابق کتاب الولاء والبراء (دوستی اور دشمنی) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ **اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمَّ الصَّالِحَاتُ !**

کتاب ہذا درج ذیل چار حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلے حصے کا عنوان ہے ''اسلام اور کفر دو متضاد عقیدے ہیں''۔ اس حصے میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمان اور کافر دو الگ الگ قومیں ہیں۔ دونوں کا طرز معاشرت، مقصد حیات اور انجام بالکل مختلف ہے۔ مقصد حیات کے اعتبار سے دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہیں، کافر مسلمانوں کے اور مسلمان کافروں کے۔ تاریخ میں ان دونوں گروہوں کے درمیان کبھی حقیقی دوستی یا اتحاد نہیں ہوا۔ اگر حالات کے جبر نے کبھی دونوں گروہوں کا اکٹھا کیا بھی تو ان کا اتحاد عارضی ثابت ہوا۔ جیسا کہ عہد نبوی میں مسلمانوں نے اہل کتاب سے اتحاد کے معاہدات

کئے۔لیکن جیسے ہی اہل کتاب کو غلبہ اسلام کا کھٹکا محسوس ہوا تو انہوں نے معاہدات سے غداری کر کے اور اپنے فطری حلیفوں یعنی کفار و مشرکین کے ساتھ ملنے میں لمحہ بھر کی تاخیر نہیں کی ۔قیامت کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کی پیش گوئیوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمان اور عیسائی مل کر ایک مشترکہ دشمن (اغلبًا) یہود کے خلاف جنگ کریں گے ۔مسلمانوں اور عیسائیوں کو فتح ہوگی ۔فتح کے بعد عیسائی کمانڈر اعلان کرے گا کہ یہ فتح صلیب کی برکت سے ہوئی ۔اس کے جواب میں ایک غیرت مند مسلمان کمانڈر اس صلیب کو توڑ ڈالے گا یا اس عیسائی کمانڈر کو تھپڑ مارے گا جس کے نتیجے میں مسلمان اور عیسائیوں کا اتحاد ختم ہو جائے گا اور عارضی حلیف پھر ایک دوسرے کے حلیف بن جائیں گے ۔پس مسلمانوں اور کافروں کا ایک دوسرے کا دشمن ہونا ایسی ٹھوس حقیقت ہے جس کا انکار کرنا اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے ۔کتاب کے پہلے حصہ میں قرآنی آیات کے حوالہ سے اسی بات کو واضح کیا گیا ہے۔

دوسرے حصے کا عنوان ''الــولاء''جس میں کفار سے بیزاری ،نفرت اور دشمنی اور تمام اہل ایمان سے دوستی اور محبت کرنے کے وجوب پر کتاب وسنت سے دلائل دیئے گئے ہیں نیز اس کی فضیلت اور تقاضوں کو واضح کیا گیا ہے۔

تیسرے حصے کا عنوان ہے''البراء''جس میں کفار سے بیزاری ،نفرت اور دشمنی رکھنے کے وجوب پر کتاب وسنت سے دلائل دیئے گئے ہیں نیز کفار سے براءت نہ کرنے کا نقصان اور براءت کے تقاضے بیان کئے گئے ہیں۔

چوتھے حصے کا عنوان ہے''بے ضرر کفار سے حسن سلوک''اس حصہ میں کتاب وسنت کے حوالے سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ مسلمانوں سے دشمنی نہ رکھنے والے کفار سے اسلام نے نیکی اور حسن کا حکم دیا ہے ۔اسلام کے یہی عادلانہ اور منصفانہ احکام اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ دین اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ دین ہے جو بنی نوع انسان کو ظلم ،جبر ،زیادتی اور عدوان سے نجات دلانے والا اور امن وسلامتی کی ضمانت مہیا کرنے والا دین ہے۔



گزشتہ چند دھائیوں سے حصول کثرت دوڑ نے ہر طرف نفسانفسی کا عالم پیدا کر رکھا ہے۔ مادہ پرستانہ فکر اور خود غرضی کی سوچ عام ہے۔ اسلامی اقدار تو کیا انسانی اقدار تک مان پڑ گئی ہیں۔ قرابت داری اور رشتوں کے تقدس اور احترام کا تصور قصہ پارینہ بنتا جا رہا ہے۔ اس نفسانفسی کے عالم اور مادہ پرستانہ سوچ نے انسان کے ساتھ اس کے مالک حقیقی اور محسن اعظم ﷺ کے رشتوں کو بھی کہیں کمزور بہت کمزور اور کہیں طاق نسیاں بنا دیا ہے۔ الولاء والبراء لکھنے کی غرض وغایت یہی ہے کہ مسلمان اپنی مالک حقیقی اور محسن اعظم ﷺ کے ساتھ اپنے رشتوں کو مضبوط بنائیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر اپنے دلوں میں بھریں اور پھر اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ اسی طرح پوری دنیا میں مسلمان بھائیوں کے ساتھ اپنے تعلقات اور رشتوں کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں استوار کریں اور کفار، جو اسلام اور مسلمانوں کے ازلی دشمن ہیں، ان سے شعوری طور پر بیزاری، نفرت اور دشمنی کا اظہار کریں۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اگر کسی ایک فرد کی سوچ میں بھی مثبت تبدیلی پیدا ہوگئی تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگ گئی اور بعید نہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے میری بخشش کا ذریعہ بھی بنا دیں۔ اِنَّہٗ جَوَّادٌ کَرِیْمٌ مَلِکٌ بَرٌّ رَءُ وْفٌ رَحِیْمٌ

کتاب میں خیر اور بھلائی کے تمام پہلو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اس کی غلطیاں اور خامیاں میرے نفس کے شر اور شیطان کی طرف سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہے وہ اپنے فضل وکرم سے اس کے خیر اور بھلائی کے پہلوؤں کو شرف قبولیت سے نوازیں اور اپنے عفو وکرم کے باعث غلطیوں اور خامیوں کو معاف فرمائیں۔ آمین!

کتاب میں صحت احادیث کا پورا پورا اہتمام کرنے کی کوشش کی گی ہے اور اس کے حسب سابق شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تحقیق پر زیادہ تر اعتماد کیا گیا ہے تاہم کسی بھی غلطی کی نشان دہی پر اہل علم کا ممنون احسان ہوں گا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تفہیم السنہ کی اگلی کتاب ''فضائل قرآن'' ہوگی ان شاء اللہ!

اسلام اور مسلمانوں کو مغلوب کرنے کی حالیہ منصوبہ بندی میں کفار کا سب سے اہم ہدف قرآن مجید ہے

۔جسے وہ مسلمانوں کی زندگیوں سے خارج کر دینا چاہتے ہیں اور اس کا برملا اظہار بھی کرتے ہیں گزشتہ صفحات میں آپ نیوز ویک کی ہرزہ سرائی پڑھ چکے ہیں، اسکولوں اور کالجوں میں نصاب تعلیم کو بدلنے کے پس منظر میں دراصل یہی منصوبہ بندی کارفرما ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے جو آج بے شمار زبانوں میں دنیا کے گوشے گوشے میں اربوں کی تعداد میں کتابی صورت میں موجود ہے اور بلا مبالغہ کروڑوں مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں کے سینوں میں محفوظ ہے اس لئے قرآن مجید کو مسلمانوں کی زندگیوں سے خارج کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔نادان حکمرانوں کو کون سمجھائے کہ جس فرد یا قوم نے اللہ کے خلاف یہ جنگ شروع کی اللہ تعالیٰ نے اس فرد یا قوم کو پیس کر رکھ دیا اور بعد میں آنے والوں کے لئے اسے نشان عبرت بنا دیا۔

بہت پرانی بات نہیں، ماضی قریب کا قصہ ہے۔25 اگست 1981ء کو اسرائیلی وزیر اعظم بیگن مصر کے دورہ پر گیا بیگن اور انور السادات کے درمیان ''مصر، اسرائیل تعلقات میں بہتری'' کا موضوع زیر بحث تھا ۔بیگن نے کہا ''میں آپ کی اس بات پر کیسے یقین کرلوں کہ آپ ہمارے ساتھ دوستی چاہتے ہیں جبکہ آپ کے مدارس میں اب بھی اس قرآنی آیت کی تعلیم دی جاتی ہے ﴿لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ط ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْ وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ﴾ ترجمہ: ''بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے گزر گئے۔'' (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 78) صدر سادات نے اپنے وزیر تعلیم کو طلب کیا اور حکم دیا کہ مصری تعلیمی اداروں میں پڑھائی جانے والی ایسی تمام آیات نصاب تعلیم سے خارج کر دی جائیں جن میں یہودیوں سے دشمنی کا ذکر ہو اقتدار اور حکومت کے نشے میں چُور مسلمانوں کی زندگی سے قرآن مجید کو خارج کرنے کا حکم دینے والا صدر اس کے بعد تھوڑا عرصہ ہی زندہ رہا اور اللہ تعالیٰ نے اسے آنے والوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا مولانا ظفر علی خان نے کتنی اچھی بات کہی ہے ۔

نہ جا اس تحمل پر ، کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے ،کہ ہے سخت انتقام اس کا

انور سادات سے پہلے بھی کئی حکمرانوں نے کلام اللہ کو مسلمانوں کی زندگیوں سے خارج کرنے کی کوشش کی ۔آج بھی مختلف حیلوں بہانوں سے مکروفریب کے جال پھیلائے جارہے ہیں۔سازشیں کی جارہی ہیں جوان شاء اللہ کبھی پروان نہیں چڑھیں گی لیکن اس عہد میں کچھ لوگ کفار کی ان سازشوں میں شریک ہوکر اپنا نامہ اعمال سیاہ کریں گے اور کچھ لوگ کفار کی ان سازشوں کا مقابلہ کر کے اپنا نامہ اعمال روشن کریں گے اہل ایمان پر واجب ہے کہ قرآن مجید کو مسلمانوں کی زندگی سے خارج کرنے والی کفار کی تمام سازشوں پر کڑی نگاہ رکھیں اور انہیں ناکام بنانے کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کردیں۔اہل ایمان کی اس سعی محمود میں ہم بھی اپنی حقیر کوشش کے ساتھ شریک ہونا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کی توفیق اور مدد طلب کرتے ہیں کہ وہی ذات مدد فرمانے والی اور توفیق عطا فرمانے والی ہے۔وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ!

..................................................

آخر میں قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ان کتب سے استفادہ کے بعد مجھے ،میرے والدین اور میرے اہل وعیال کو اپنی مخلصانہ دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْن

محمد اقبال کیلانی حفظہ اللہ

7 جمادی الاول 1425ھ

مطابق 25 جون 2004ء

حمداس کے لئے : جو کائنات کا خالق اور مالک ہے

حمداس کے لئے : جو قادر مطلق ہے اور غالب ہے جس کے ہاتھ میں ساری بھلائیاں ہیں۔

حمداس کے لئے : جو وحدہ لاشریک اور بے نیاز ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

حمداس کے لئے : جس نے سید الاولین والآخرین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا

حمداس کے لئے : جس نے کتاب نازل فرمائی اور اسے قیامت تک کے لئے محفوظ فرمالیا۔

حمداس کے لئے : جس نے ہمیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور ہمیں بہترین امت بنایا۔

حمداس کے لئے : جو کمزوروں اور ضعیفوں کا ملجا اور ماویٰ ہے، بے سہاروں کا سہارا، اور بے کسوں : کا مولا ہے

حمداس کے لئے : جو اپنے کمزور اور ضعیف بندوں کی آہ وفغاں سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔

حمداس کے لئے : جو لشکروں کو شکست دینے والا ہے اور جسے حساب لیتے دیر نہیں لگتی۔

حمداس کے لئے جو اپنے کمزور بندوں کی نصرت فرمانے والا اور دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے۔

حمداس کے لئے جو سب سے بڑھ کر سچا ہے اور اپنے وعدوں کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔



اسی اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں، اسی کی پناہ طلب کرتے ہیں، اسی پر توکل کرتے ہیں، ہم اسی کے حضور اپنی بے بسی، کمزوری، اور ناتوانی کا اظہار کرتے ہیں، اسی کے حضور دست دعاء پھیلاتے ہیں، اپنے غم اور دکھ کی فریاد اسی کی جناب میں پیش کرتے ہیں۔ اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللهِ!

## اے اللہ العالمین!

تیرے دین کو مٹانے اور مغلوب کرنے کے لئے کفار نے تیرے بندوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے، ظلم و جبر کی انتہاء کر دی ہے، درندگی اور سفا کی کی ساری حدیں پھلانگ دی ہیں، انہیں بے وطن کر دیا اور گھروں سے بے گھر کر دیا ہے، ان سے زندہ رہنے کا حق چھین لیا ہے، اور ان کی جانوں ،مالوں اور عزتوں کو مباح کر لیا ہے، ہزاروں معصوم بچوں کو یتیم کر دیا ہے، ہزاروں خواتین کو بیوہ بنا دیا ہے، ہزاروں بے گناہ مردوں، عورتوں اور بچوں کو اپاہج کر دیا ہے، کتنے ہی بوڑھے والدین کو بے سہارا کر دیا ہے، بے شمار عفت مآب اور پاکدامن خواتین کی عزتوں کو پامال کر دیا ہے، کتنے ہی گھروں کو مسمار اور شہروں کو کھنڈر بنا دیا ہے، مساجد کو منہدم کر دیا ہے آبادیوں کو بے آباد اور بستیوں کو ویران کر دیا ہے۔



## اے اللہ العالمین!

ہم تیرے دین کے ان دشمنوں سے اسی طرح براءت کرتے ہیں جس طرح تیرے بندے اور رسول حضرت نوح علیہ السلام نے کی تھی

﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ٥ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ٥ رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ٥﴾

’’اے میرے رب! زمین پر کافروں کا ایک گھر بھی باقی نہ چھوڑ، اگر تو نے انہیں چھوڑ دیا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کے ہاں جو اولاد ہوگی وہ بھی بدکردار اور سخت کافر ہوگی اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہو ،ان سب مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرما لیکن ظالموں کی ہلاکت اور بربادی میں اور بھی زیادتی

فرما۔“ (سورہ نوح،آیت نمبر 26 تا 28)



## اے اللہ العالمین!

ہم تیرے دین کے دشمنوں سے اسی طرح براءت کرتے ہیں جس طرح تیرے بندے اور رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی۔

﴿رَبَّنَآ اِنَّکَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِیْنَةً وَّاَمْوَالاً فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِکَ ج رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ﴾

” اے ہمارے رب ! تو نے (آج کے) فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں شان وشوکت اور دولت سے نواز رکھا ہے اے ہمارے رب! کیا اس لئے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے ہٹائیں؟ اے ہمارے رب! ان کے مال غارت کردے اور ان کے دلوں پر ایسی مہر کردے کہ یہ ایمان نہ لائیں جب تک عذاب الیم نہ دیکھ لیں۔“ (سورہ یونس،آیت نمبر 88)

## اے اللہ العالمین!

ہم تیرے دین کے ان دشمنوں سے اسی طرح براءت کرتے ہیں جس طرح تیرے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ نے کی تھی ((اَللّٰهُمَّ عَلَیْکَ بِاَبِیْ جَهْلٍ)) ”یا اللہ! (آج کے) ابوجہل کو ہلاک فرمادے۔“ (بخاری) ((اِللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ سَرِیْعُ الْحِسَابِ اِهْزِمِ الْاَحْزَابِ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ)) ”اے اللہ! کتاب نازل فرمانے والے، جلد حساب لینے والے، لشکروں کو شکست دے۔ یا اللہ! کفار اور مشرکین کو شکست دے اور ان کے پاؤں ڈگمگا دے۔“ (ابن ماجہ)



## اے اللہ العالمین!

ہم تیرے دین کے ان دشمنوں سے اسی طرح براءت کرتے ہیں جس طرح تیرے بندے اور رسول کے خلیفہ ثانی اور جلیل القدر صحابی سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کی "اَللّٰھُمَّ الْعَنْ کَفَرَۃَ اَھْلِ الْکِتَابِ الَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَاءَ کَ اَللّٰھُمَّ خَالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِھِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَھُمْ وَاَنْزِلْ بِھِمْ بَاسَکَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّہٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ" یا اللہ! اہل کتاب میں سے ان کافروں پر لعنت فرما جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے دوستوں سے جنگ کرتے ہیں اے اللہ! ان کی باتوں میں اختلاف پیدا فرما، ان کے قدم ڈگمگا دے اور ان پر ایسا عذاب نازل فرما دے جسے تو مجرم لوگوں سے نہیں پھیرتا۔" (مروزی)

## اے اللہ العالمین!

ہم تیرے دین کے ان دشمنوں سے اسی طرح براءت کرتے ہیں جس طرح تیرے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ کے جانثار صحابی حضرت حبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی تھی

﴿اَللّٰھُمَّ اَحْصِھِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْھُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْھُمْ اَحَدًا﴾

یا اللہ! ان میں سے ایک ایک کو گن لے، اور انہیں الگ الگ کر کے ہلاک فرما، اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑ۔ (بخاری)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ!

(مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان)

# حوالہ جات

1)یاد رہے جمعرات کے روز رسول اکرم ﷺ کے مرض میں شدید اضافہ ہوگیا تھا جب کبھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے جمعرات کا ذکر ہوتا تو بے خود ہو کر رونے لگتے ،لوگ پوچھتے ''عبداللہ رضی اللہ عنہ جمعرات کو کیا ہوا تھا ؟'' فرماتے ''اس روز رسول اکرم ﷺ کا مرض شدت اختیار کر گیا تھا۔2)درمختار جلد 1،ص 62۔ 3)رسالہ الامداد،ص۔ 4)نعمۃ الروح،از اسماعیل رضوی ص 44،بحوالہ بریلویت،ص 138۔ 5)مثال کے طور پر ملاحظہ ہو غزوہ بنو قینقاع اور غزوہ بنو قریظہ کے مفصل حالات۔6)اسرائیل کو تسلیم کرنے کے بارے میں وزارت خارجہ کی خفیہ رپورٹ ملاحظہ ہو: ''اسرائیل کو تسلیم کرنے میں فائدے ہی فائدے ہیں نقصان کوئی نہیں ، بے شمار سیاسی اور فوجی فوائد کے علاوہ مگرب کی جارحانہ پالیسی کم اور سرمایہ کاری بڑھے گی ، بھارت اسرائیل فوجی تعاون پر چیک رہے گا۔'' (نوائے وقت،14 جولائی 2003ء)۔ 7)،8)روزنامہ نوائے وقت ،لاہور یکم مارچ 2004ء۔ 9) ہفت روزہ تکبیر کراچی ،6 مئی 2004ء۔ 10)روزنامہ نوائے وقت لاہور، 15 مارچ 2004ء۔ 11) ہفت روزہ تکبیر 18 مارچ 2004ء 12)روزنامہ پاکستان ، 9 مارچ 1996ء۔ 13)اردو نیوز جدہ،20 مارچ 2004ء۔14)اردو نیوز جدہ، 31 اکتوبر 2003ء۔15)دور المقاطعہ الاقتصادیۃ فی انہیار الدولۃ الصلیبیۃ ، ص 3۔16)ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاٰتُوۡهُمۡ مِّنۡ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیۡۤ اٰتٰىكُمۡ ''اور اس مال سے انہیں دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔'' (سورہ النور، آیت نمبر 33۔ 17)ہفت روزہ تکبیر، 13 اکتوبر 2001ء۔18)روزنامہ نوائے وقت، لاہور، 26 مارچ 2004ء۔19)ہفت روزہ غزوہ ، 21 تا 27 نومبر 2003ء۔20)نوائے وقت لاہور، 7 اگست، 2003ء۔ 21) ہفت روزہ غزوہ لاہور، 19 جون 2003ء۔ 22)مجلّہ الدعوۃ دسمبر 2002ء۔ 23)روزنامہ جنگ ، 19 فروری 2004ء ''صرف راز'' از اوریا مقبول جان۔ 24)ہفت روزہ تکبیر ،کراچی ،8 اکتوبر 2003ء۔25) ہفت روزہ تکبیر ، کراچی ، 18 فروری 2004ء۔26)اردو نیوز، جدہ 15 مارچ

2002ء۔27)چند بیانات ملاحظہ ہوں:

☜ امریکی وزیر خارجہ کولن پاول نے ڈاکٹر عبدالقدیر کے خلاف کاروائی پر جنرل مشرف کی تعریف کی اور اسے ایک دلیرانہ اقدام قرار دیا (نوائے وقت ،لاہور 29فروری 2004ء)✍ دہشت گردی کے خلاف پاکستان کا کردار یادرکھیں عالمی برادری کے ساتھ پاکستان نے ہراول دستہ کا کردارادا کیاامریکی سفیر وینڈی چیمبرلین کا بیان (اردو نیوز ،جدہ 6 مئی 2002ء) ● دہشت گردی کے خلاف پاکستانی تعاون امریکہ کے لئے اعزاز ہے امریکی نائب وزیر دفاع ولفوٹز(اردو نیوز ،جدہ 26مارچ 2004ء) ❍ جنرل مشرف لے لئے اسرائیلی پارلیمنٹ میں دعا کی گئی (نوائے وقت ،11مارچ2004ء) ■ سابق اسرائیلی وزیراعظم شیمون پیریز نے کہاہے کہ ایک اچھے یہودی لڑکے کی طرح میں نے کبھی خواب میں نہ سوچا تھا کہ میں پاکستان کے صدرمشرف کی حفاظت کے لئے دعا کروں گا۔(ترجمان القرآن ستمبر 2003ء ،بحوالہ نیوز ویک 11 ستمبر 2001ء)28)غزوات مقدس،ازمحمدعنایت اللہ وارثی،صفحہ 258۔